لااله الله محمد الرسول الله
سیرۃ
حضرت بلالؓ
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
"میرے صحابہؓ آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں۔
جوکوئی بھی ان کی پیروی کریگاوہ صحیح راستے پر ہوگا۔"
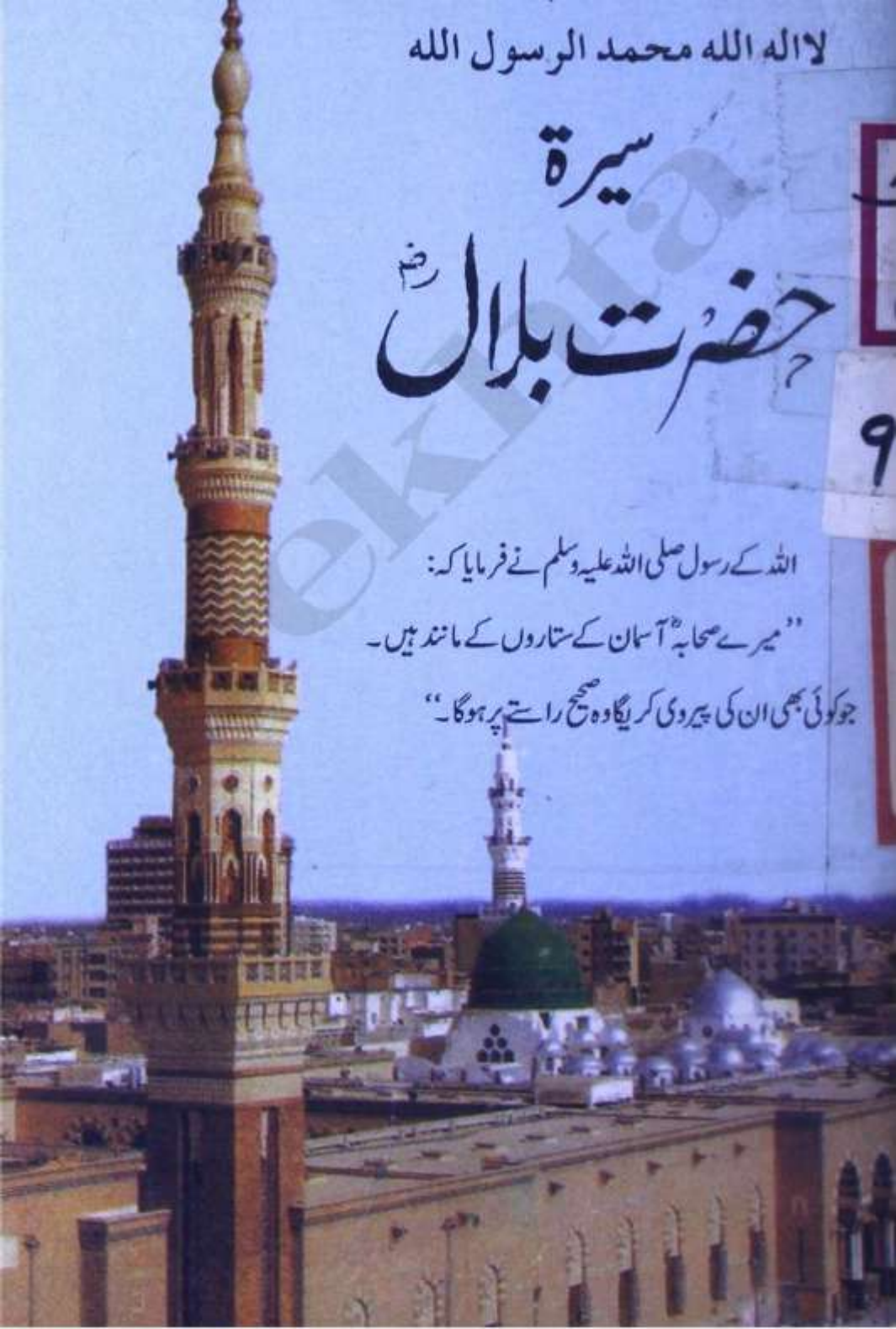
اللہ تعالیٰ انسان سے فرماتا ہے

میری طرف آکر تو دیکھ .... متوجہ نہ ہوں تو کہنا
میری راہ میں چل کر تو دیکھ .... راہیں نہ کھول دوں تو کہنا
میرے لئے بیقدر ہو کر تو دیکھ .... قدر کی حد نہ کردوں تو کہنا
میرے لئے ملامت سہہ کر تو دیکھ .... اکرام کی انتہا نہ کردوں تو کہنا
میرے لئے لٹ کر تو دیکھ .... رحمت کے خزانے نہ لٹادوں تو کہنا
میرے کوچے میں بک کر تو دیکھ .... انمول نہ کردوں تو کہنا
دھونی مار کر تو دیکھ .... علم وحکمت کے موتی نہ بکھیر دوں تو کہنا
مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھ .... سب سے بے نیاز نہ کردوں تو کہنا
میرے خوف سے آنسو بہا کر تو دیکھ .... مغفرت کے دریا نہ بہادوں تو کہنا
وفا کی لاج نبھا کر تو دیکھ .... عطا کی حد نہ کردوں تو کہنا
میرے نام کی تعظیم کرکے تو دیکھ .... تکریم کی انتہا نہ کردوں تو کہنا
میری راہ میں نکل کر تو دیکھ .... اسرار عیاں نہ کردوں تو کہنا
مجھے حیّ القیوم مان کر تو دیکھ .... ابدی حیات کا امیں نہ بنادوں تو کہنا
اپنی ہستی کو فنا کرکے تو دیکھ .... جام بقا سے سرفراز نہ کردوں تو کہنا
بالآخر میرا ہو کر تو دیکھ .... ہر کسی کو تیرا نہ بنادوں تو کہنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں بہ حیثیت ورثہ درہم چھوڑے اور نہ دینار نہ لونڈی اور نہ غلام ۔ نہ اونٹ نہ بکری اور نہ اپنا ذاتی مکان یا باغ ۔ البتہ آپ نے اپنے ترکہ میں اعلیٰ ترین تربیت یافتہ ملت چھوڑی تھی ۔ اس ملت میں اعلیٰ ترین ایڈمنسٹریٹرس ۔ جنرل ۔ مبلغین' میدان جنگ کے ماہرین ۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب مصنفین اس زمانے کی صنعت اور تجارت کے بہترین ماہرین چھوڑے تھے ۔ آپ نے عورتوں اور بچوں کو بھی اس قدر شاندار تربیت دی تھی کہ آپ کی وفات کے صرف اسی برس میں ملت محمدیہ اس وقت کی متمدن دنیا کے اسی فی صد 80% علاقے کی مالک بن گئی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ آپ کے گھر والے اور آپ کے صحابہؓ تھے جنھوں نے قیامت تک کے لئے اپنے آقا کے دین کو محفوظ کردیا ۔ حضور کا ترکہ صرف ملت کی اعلیٰ تربیت تھی ۔ فرصت کے اوقات میں غور کیجئے ۔ فکر کیجئے ۔ اور اس بارے میں سنجیدگی سے کچھ کارکردگی کے لئے حرکت کیجئے ۔ بوڑھے' اپاہج' وظیفہ یابوں سے نجات حاصل کیجئے ۔ نوجوان اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح ورثہ اور ترکہ ثابت ہوں ۔ اللھم صلی علی سیدنا محمدٍ وآلہ واصحابہ وازواجہ وَسلّم تسلیماً کثیرًا کثیرا

نظام الدین مغربی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

یہ نومبر ۱۹۵۸ء کا واقعہ ہے کہ مجھے حکومت آندھرا پردیش کے سررشتہ تعلیمات سے وابستہ ہونے کا موقعہ ملا اور میرا تقرر گورنمنٹ ہائی اسکول سنگاریڈی ضلع میدک پر کیا گیا اس وقت سے آج تک میں پیشہ تدریس میں مصروف ہوں۔ اس مدت میں مجھے ہندوستان کے مختلف شہروں، یونیورسٹیوں اور کالجوں میں توسیعی لکچرس دینے۔ مسلم طلباء، طالبات، معلمین و معلمات سے ملنے، بات چیت کرنے سماجی، مذہبی اور معاشی مسائل پر ان کے خیالات معلوم کرنے کا بکثرت موقع ملا۔ ساتھ ہی وزارت تعلیم حکومت ہند کی طرف سے مجھے استانبول یونیورسٹی بھیجا گیا۔ ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۲ء اس سفر میں لبنان، ترکی اور ایران بھی دیکھنے استانبول جغرافیائی اعتبار سے دنیا کا انوکھا شہر ہے جو یورپ اور ایشیاء کے سنگم پر اس طرح واقع ہے کہ دنیا کے ہر علاقہ کا آدمی اس شہر سے گذرتا ہے اسی لئے اس مبارک شہر کے قیام کے دوران متعدد قومیتیں رکھنے والے مسلم نوجوانوں اہل علم اور طالبان علم سے گفتگو کرنے اور ان کے خیالات اور نظریات کو جاننے کا موقع ہاتھ آیا۔

ان سارے تجربات کے بعد میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ سیرۃ النبیؐ اور سیرۃ صحابہؓ سے ناواقفیت یا کم واقفیت نے سارے عالم اسلام کے مسلمان طلباء، طالبات اور نوجوانوں کو عملی طور پر اسلام سے دور کردیا ہے۔ ہندوستان میں تبلیغی جماعت ہی ایک ایسی جماعت نظر آئی جو اسوہ صحابہؓ پر زیادہ زور دیتی ہے مگر اس جماعت کے طریق کار کو قریب سے دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ صحابہؓ کی زندگی کے چند مخصوص رخ ہی پیش کرنا جانتی ہے جن میں ان کا تبلیغی رخ شدت سے پیش کرتی ہے۔ میرا انفرادی اور بالکل شخصی اور ذاتی خیال یہ ہے کہ اصحاب رسول کریمؐ اور حضور رسولؐ کی حیات ہائے مقدسہ کے ایسے واقعات بھی ہر مسلم نوجوان کے علم میں رہنا چاہئے جو بالکل نجی سمجھے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نجی واقعات بھی ہماری لعنتی کیفیات کو دور کرنے میں اکسیر کا کام انجام دیتے ہیں اور ان واقعات

کا علم بھی ہماری زندگی کے بہت سے پہلو سنوارنے میں خوب حصہ لیتا ہے اسی لئے میں طویل عرصہ اس کرب میں مبتلا رہا کہ سیرۃ النبیؐ اور سیرۃ صحابہؓ کے عمیق مطالعہ کے بعد ان واقعات کو تقریر اور تحریر کے ذریعہ لوگوں میں پھیلایا جائے۔ قریب سترہ سال سے لگاتار میں حیدرآباد شہر میں بی اے کے طلباء اور طالبات کی تدریس بہ حیثیت پیشہ انجام دے رہا ہوں۔ دن رات میرا سابقہ مسلم نوجوانوں کے ساتھ ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ مسلمان جوانوں کی بدترین نسل وہ ہے جو گذشتہ دس سال میں شہر حیدرآباد میں ابھر آئی ہے اور اس نسل کو ابھارنے میں مڈل ایسٹ سے آنے والی کمائیوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ میں اپنے ہندوستان گیر طویل سفر کے بعد اور بار بار سفر کے بعد مشاہدہ کرکے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ حیدرآباد شہر کے مسلمان نوجوانوں کا ایک بہت بڑا گروہ اپنے اخلاق، عادات اور طرز معاشرت میں اس وقت دنیا کا بدترین اور بد اخلاق ترین گروہ ہے اگر کوئی صاحب ہمارے مسلم نوجوانوں کے اخلاق کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو کسی ریلوے اسٹیشن جاکر اس منظر کو دیکھیں کہ کوئی حیدرآبادی مسلم نوجوان مڈل ایسٹ جارہا ہو تو اس کے مسلمان دوست احباب اس کو رخصت کرتے وقت ریلوے اسٹیشن پر کس قدر حیوانی حرکات کرتے ہیں؟ دوسرا منظر وہ ہوتا ہے جبکہ کسی تھیٹر سے فلم دیکھ کر واپس ہوتے، تھیٹر اور تھیٹر سے کچھ دور سڑک پر ان کے حرکات اور افعال ہوتے ہیں۔ تیسرا منظر جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اور اس مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والے بالکل انجان طریقے پر مشاہدہ کرکے حیدرآباد کی آنے والی مسلم امت کی کیفیت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ وہ منظر امتحانات کے دوران امتحانی ہال اور امتحانی مراکز کے اطراف نظر آئے گا۔ اسی طرح کسی مسلم کالج کے فنکشن میں ہمارے مسلم طلباء جو حرکات کرتے ہیں انہیں دیکھ کر جانور بھی شرما جائیں۔ یہ صرف چند مقامات کی مختصر نشاندہی ہے اس کے علاوہ اور بھی کثیر مواقع کی خوب نشان دہی کی جاسکتی ہے جن کو دیکھ کر صاف صاف سمجھ میں آجائے گا کہ حیدرآباد کے موجودہ مسلم نوجوان آگے کے زمانے میں دین کی کیا خدمت

کر سکتے ہیں ۔؟اپنے وجود اور بقا کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟اور شہر حیدرآباد پر اگر آنے والی کوئی آفت ٹوٹ پڑے تو اس آفت میں یہ سارے نوجوان کس طرح تنکوں اور ریزوں کی طرح بہہ جائیں گے اور شہر حیدرآباد میں اسلام کی داستان بھی باقی نہ رہ سکے گی ۔!یہ ایک ایسے شخص کے تاثرات ہیں جو قوموں کے عروج وزوال کا منظر عام مطالعہ کیا ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ اس حقیر کے اندازے غلط ہوجائیں اور بہتری کی نئی راہیں اللہ تعالیٰ جلد از جلد پیدا کردیں۔اور ہمارے مسلم نوجوان اسلامی طرز زندگی اصحاب رسول کریمؐ کے نقش قدم پر اختیار کریں۔(آمین)

ہماری ملت کے نوجوانوں کی حیات میں سیرۃ النبیؐ اور سیرۃ صحابہؓ کی قدریں پیدا کرنے کے لئے اس خادم حقیر نے اپنی حقیر بساط کے مطابق تقاریر اور تحریروں کے ذریعہ جو کوشش شروع کی وہ ۲رذی الحجہ ۱۳۹۲ھ سے خصوصیت کے ساتھ شروع ہوئی۔ ۱۳۹۲ھ میں آخری بڑے صحابی حضرت انس بن مالکؓ کی وفات ہو کر ٹھیک تیرہ سو سال ہوئے تھے اکابر صحابہؓ میں حضرت انسؓ نے سب سے زیادہ طویل عمر پائی تھی اور ۹۲ھ میں انتقال فرمایا۔غالباً سارے کرہ ارض پر حیدرآباد شہر کو اس بات کا فخر حاصل رہا کہ اس شہر میں حضرت انس بن مالکؓ کا تیرہ سو سالہ یوم منایا گیا تھا۔

اس یوم کے انعقاد کے لئے بہت سی شخصیتوں سے ربط پیدا کرتا رہا لیکن کسی نے اس بارے میں حامی نہیں بھری حیدرآباد کے ایک بزرگ عالم حضرت مولانا محمود پاشاہ قادری تخت نشین اس کام کے لئے تیار ہوئے اور انہوں نے بہت بھاری رقم خرچ کر کے ایک بڑا جلسہ اپنے جد اعلیٰ حضرت میراں حبیب اللہ قادری تخت نشینؒ کے روضہ مقدسہ کے احاطہ محلّہ کاروان میں منعقد فرمایا۔حیدرآباد کی بہت ہی نامی گرامی شخصیتوں،صحیفہ نگاروں،علماء اور مشائخین کو اس جلسہ میں مدعو کیا۔مقررین کی حیثیت سے کئی اصحاب مدعو کئے گئے لیکن کسی نے بھی تقریر کی زحمت گوارا نہیں کی واحد مقرر کی حیثیت میں اس خادم کو سیرۃ انس بن مالکؓ پر بالتفصیل تقریر کا موقعہ رہا۔اور یہ محفل اپنی نورانیت اور ماحول کی کیفیات

کے لحاظ سے بھی ایک یادگار محفل تھی۔اس محفل کے بعد حیدرآباد اور اضلاع آندھرا پردیش میں سیرۃ الصحابہؓ پر جلسوں کا ایک سلسلہ آہستہ آہستہ چل پڑا۔بالآخر حیدرآباد کی عظیم تنظیم کل ہند مجلس تعمیر ملت نے ہر سال ۱۳ر ربیع الاول کو عظیم الشان پیمانہ پر جلسہ سیرۃ صحابہ منعقد کرنے کا انصرام شروع کیا ہے۔ ۱۴۰۲ھ سے یہ محفل منعقد ہو رہی ہے کہ جس میں ڈیڑھ تا دو لاکھ اصحاب شریک رہتے ہیں۔یہ اور متعدد مقررین اس محفل کو مخاطب کرتے' حیدرآباد پر پولیس ایکشن کے بعد ہر سال ۱۲ر ربیع الاول کو عظیم الشان پیمانے پر جلسہ سیرۃ النبیؐ منانے کا آغاز کرنے کا سہرا بھی مجلس تعمیر ملت کے سر ہے اور یہ جلسہ اس زمانے میں شروع کیا گیا جبکہ دس مسلمان ایک جگہ جمع ہونے سے خوف کھاتے تھے۔پھر حیدرآباد کی ہر مسجد اور ہر محلے میں جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ منانے کا رواج چل پڑا۔اب ربیع الاول ۱۴۰۲ھ سے مجلس تعمیر ملت کی جانب سے جلسہ سیرۃ صحابہؓ کا آغاز ہونے کے بعد سے شہر حیدرآباد و اضلاع و دیہات میں بھی جگہ جگہ ذکر صحابہ کی محفلیں بڑی کامیابی کے ساتھ وقفہ وقفہ سے سال بھر منعقد ہو رہی ہیں۔اللہ ان محفلوں کو صحیح معنی میں سیرۃ صحابہؓ کی عملی صورت گری کا ذریعہ بھی بنادے (آمین)

اور مقررین کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے بیان سے ملت کی نوجوان نسل کے قلوب میں نئی روح پھونک سکیں۔محفل صحابہؓ کے بعد پھر اس حقیر نے "سیرۃ صحابہؓ" پر کتابوں کی تیاری کا سلسلہ شروع کیا۔اس سلسلہ کا آغاز بھی ربیع الاول ۱۴۰۲ھ سے ہوا۔اب تک سیرۃ حضرت مصعب بن عمیرؓ سیرۃ حضرت انس بن مالک انصاریؓ،سیرۃ حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ،سیرۃ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ،سیرۃ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ،سیرۃ حضرت زید بن حارثہؓ اور سیرۃ حضرت ابو عبیدہ ابن الجراحؓ چھاپی جاچکی ہیں اور اسوقت حضرت عبداللہ ابن عمر فاروقؓ پیش خدمت ہے۔یہ سلسلہ ہمت اور بے حد دھیما ہے۔قریب ڈیڑھ سال کی مدت میں اٹھارہ صحابہؓ کی سیرۃ آسانی سے چھاپی جاسکتی تھیں لیکن حیدرآباد شہر جہاں قریب دس لاکھ مسلمان آباد ہیں دو ڈھائی روپے کی ایک کتاب کی صرف ایک

ہزار کا پیاں فروخت ہونے ایک سال سے زائد مدت لگتی ہے۔ ایسی صورت میں ایک کتاب سے لگائی ہوئی لاگت نکال کر دوسری کتاب چھاپنا انتہائی کٹھن کام ثابت ہو رہا ہے۔ اضلاع میں بھی ان کتابوں کی فروخت کی کوشش کی گئی تو سوائے کریم نگر اور کرنول کے کسی اور ضلع آندھراپردیش میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ اورنگ آباد، نیلور، محبوب نگر، اور گلبرگہ جیسے کثیر مسلم آبادی والے علاقوں میں افسوس ناک ناکامی رہی۔

حیدرآباد کے بعض مسلم محلے مڈل ایسٹ کے روپیہ کے سبب اس قدر دولت مند ہو چکے ہیں کہ عیدین کے موقع پر ان محلوں کے پوسٹ آفس میں پانچ، پانچ ہزار روپے کے پوسٹل اسٹامپس فروخت ہوتے ہیں۔ بعض مشہور گانے والے مرد اور گانے والی عورتیں اپنے پروگرام ان محلوں میں کئے تو ایک رات میں انہیں تیس ہزار تا چالیس ہزار روپے کی بخشش دی گئی۔ اور ایسے علاقوں میں یہ کتابیں دوسو بھی فروخت نہ ہو سکیں۔ ایسی صورت میں اس کام کو آگے بڑھانا کسی پہاڑ سے دودھ کی نہر نکالنے کے مماثل ہے۔ موجودہ زمانے میں دودھ کی نہر نکالی ہی نہیں جاسکتی۔ بس کھارے پانی کا ایک کنوئی شکل سے کھودا جاسکتا ہے اور اسی طرح اس طباعتی سلسلے کو سخت مشقت کے ساتھ چلایا جارہا ہے۔ ممکن ہے یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک جاری بھی نہ رہ سکے۔ کیونکہ ہر کام کے کرنے والے کی کچھ بساط ہوتی ہے۔ جو چیز بساط سے باہر ہو جائے وہ کب تک جاری رہ سکے گی۔؟

حیدرآباد شہر میں اس وقت ماہ اگست ۱۹۸۳ء میں ایک کیلو پیاز ڈھائی تا تین روپے فروخت ہو رہی ہے۔ املی اور ادرک لہسن اس سے بھی بہت زیادہ قیمت سے فروخت ہو رہے ہیں اور ایک پیاز فروش روزانہ ایک سو کیلو پیاز آسانی سے فروخت کر لیتا ہے۔ لیکن سیرۃ صحابہؓ پر سخت محنت شاقہ کے ذریعہ مواد جمع کر کے اور اس کی طباعت پر ایک تا دو ہزار روپیہ سرمایہ خرچ کر کے کتاب چھاپی جاتی ہے۔ اہم اخبارات میں اس کی خاطر خواہ تشہیر بھی کی جاتی ہے تو وہ دو ماہ میں ڈھائی روپیہ قیمت کی

ایک سو کتابیں فروخت نہیں ہو سکتیں۔

آج سے پچاس ساٹھ سال بعد جو مورخ حیدرآباد کی بربادی کی اگر کوئی تاریخ مرتب کرے گا تو اس کے لئے مواد تلاش کرنے میں میرا یہ پیش لفظ بڑی مدد دے گا۔ اور اس وقت کے لوگ آسانی سے جان سکیں گے کہ حیدرآباد کے مسلمان تباہی کا شکار کس وجہ سے ہوئے۔؟

میں کوئی پیشن گو نہیں ہوں اور نہ میں اس شہر کے مسلمانوں کی کوئی بربادی چاہتا ہوں۔ لیکن نوجوان نسل کی بے حسی۔ ضعیف العمر اصحاب کی اسراف پسندی، شادی خانوں کے برقی قمقموں کی روشنی میں بہ حیثیت مورخ اس ملت کی بربادی کے کھلے آثار محسوس کر رہا ہوں اسلئے اس تحریر کے ذریعے اہل فکر اور ملت کیلئے دردمند دل رکھنے والوں کو چونکانا چاہتا ہوں کہ اپنی ملت کی نوجوان نسل کے اخلاق کی اصلاح ان کے تعلیمی ترقی طبیعات، کیمیا، ریاضی، طب، انجنیر نگ، معاشیات اور کامرس کے کورس میں ان کی گرتی ہوئی تعداد کو بچانے اور ان کے قلوب میں حمیت ملی پیدا کرنے کچھ کیجئے۔

ہماری ملت کی ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ تمام مسلم اداروں پر وظیفہ خواروں کی اکثریت قابض ہے اور یہ وظیفہ خوار نئی نسل کو ابھرنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں یہ وظیفہ یاب لوگ وہی ہیں جو پولیس ایکشن کے بعد اپنے عہدہ بچانے کے کئی کام کر چکے ہیں اور اب یہ ملت کے ہمدرد بنے ہیں تاکہ ملت کی ہمدردی کے نام پر انہیں اونچی کرسی پر بیٹھے رہنے کا موقع ملتا رہے اور ان وظیفہ خواروں کا کرسیوں پر قبضہ کئے رہنا بھی نوجوان کو ملی مسائل سے دلچسپی لینے سے دور کر رکھا ہے۔ جب وظیفہ یاب آئی اے ایس ملی اداروں پر خالی ہونے والی کرسی کو دبوچ لینے مسلسل مصروف ہیں تو نوجوان خود بخود ملی اداروں اور ملی مسائل سے عدم دلچسپی کی طرف راغب کئے جارہے ہیں حد اور انتہا یہ ہے کہ ہر مسجد کی کمیٹی پر بوڑھے، نڈھال، ناکارہ، اپاہج، لنگڑے، لولے افراد قبضہ جمائے ہوئے ہیں تو لازماً نوجوان ملی مسائل و مذہبی مسائل کو بوڑھے اور ناکارہ لوگوں کی ذمہ داری سمجھ کر اپنی دلچسپیوں میں

مشغول ہیں ضرورت ہے کہ ملی مسائل سے نبٹنے نوجوانوں کی ہمت افزائی کی جائے تاکہ وہ آگے کے
زمانہ کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے اہل ہوسکیں۔ ورنہ یہ ملت بہت جلد برباد ہوجائے گی جس کی
جواب دہی بروز حشر ان ہی وظیفہ یاب آئی اے ایس اور غیر آئی۔ ایس۔ ایس لوگوں پر رہے گی جو ہر
کرسی کو دبوچ رہے ہیں جس پر کوئی نوجوان آسکتا ہے۔ فقط

وما علینا الا البلاغ

نظام الدین مغربی

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

سیرۃ حضرت بلالؓ

(از)

غلام محمد نظام الدین مغربی
صدر شعبہ تاریخ۔ اردو آرٹس کالج حیدرآباد
(ممبر بورڈ آف اسٹڈیز عثمانیہ یونیورسٹی)
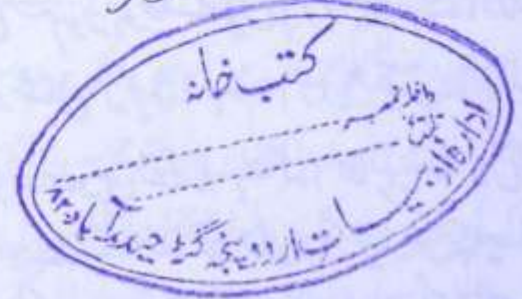
دیباچہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال حبشہ (یعنی براعظم افریقہ) کے سب سے پہلے مسلمان ہیں"

حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد محبوب صحابہؓ میں سے ہیں۔ مسلم عوام میں آپ کا نام اس قدر مقبول ہے کہ حضرات حسنین رضوان اللہ علیہم اور حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کے اسماء کے بعد شاید ہی کسی اور صحابی کے اسم گرامی کو اس قدر مقبولیت حاصل ہو۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شخصیتیں جب بے حد مقبول ہو جاتی ہیں تو عوام میں ان اصحاب کے بارے میں فرضی قصے بھی مشہور ہو جاتے ہیں اصل حقیقت اور فرضی قصے کو پہچاننا بے حد مشکل رہتا ہے۔ اس حقیر نظام الدین مغربی کی زندگی کا فی الوقت یہی مقصد ہے کہ اصحاب رسولؐ کے حالات کو حتی الامکان صحت کے ساتھ ساری دنیا میں پھیلائے اور تمنا ہے کہ کم از کم سو صحابہؓ کے حالات پوری صحت کے ساتھ اس حقیر کے قلم سے پھیل جائیں تاکہ عہد رسالت کے سماج کی سچی تصویر آج کے مسلمان کی نظر کے سامنے آئے اور یہ تمنا

ان حالات میں ہے جب کہ وہ دو صحابیؓ کے حالات طبع کروانے کے موقف میں نہیں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ ضرور وہ اپنے اس حقیر بندے کی تمنا پوری کریں گے اور تحریرات میں کہیں کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو تو اپنی رحمتِ کاملہ سے معاف فرمائیں گے اور آئندہ غلطی سے بچائیں گے۔

زیرِ نظر کتاب "سیرۃ حضرت بلالؓ" میں کوشش کی گئی ہے کہ فرسودہ قصوں اور قوالی میں سنائی جانے والی کہانیوں کو نکال پھینک کر مستند محدثین اور مستند مورخین کے بیانات کو جمع کیا جائے اور جو مورخین بلا تحقیق سُنی سنائی لکھ مارے ہیں ان واقعات کی فنِ تاریخ کے اصول پر جانچ کی جائے۔

ہر واقعہ کے بیان پر صفحہ نمبر، سنہ اور تاریخ کے ساتھ حوالہ بھی دیا گیا ہے اور جو باتیں قرائن سے صحیح بھی معلوم ہوتی ہیں انکو عدم دستیابی حوالہ کے ترک کر دیا گیا ہے۔ قارئین، مضمون نگاروں اور مترجمین سے گذارش ہے کہ جب بھی اس کتاب کا کوئی حصہ بیان کریں مؤلف کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ یہ بات سرقہ اور موجب قانونی چارہ جوئی متصور ہو گا۔ حوالہ کے ساتھ ضرور ان واقعات کی تشہیر فرمائیں اور مؤلف کے لیے دعاء مغفرت کریں۔ زیرِ نظر کتاب اور ہماری لکھی ہوئی دیگر کتابیں ایسی زبان میں لکھی جاتی ہیں

جو موجودہ شہر حیدرآباد اور اطراف حیدرآباد کے اضلاع میں عام طور پر بولی اور سمجھی جا رہی ہے۔ ان علاقوں کا تعلیم یافتہ مسلم نوجوان اب ایسی اردو سمجھنے کے قابل نہیں جو شبلی نعمانی، ابوالکلام آزاد یا ابوالاعلیٰ مودودی جیسے مصنفین اور مولانا لوگوں کی زبان تھی۔ دہلی، اترپردیش یا پاکستان کی زبان دکن کے جدید مسلم نوجوان کی سمجھ سے بالاتر ہو گئی ہے۔ اسی لیے اس کی دینی معلومات بھی کمزور ہو گئی ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ دین کی اصل بات پڑھنے والے کی اپنی زبان میں اُردو اور انگریزی کے مشترکہ الفاظ کے ساتھ پہنچائی جائے تاکہ وہ دین کو آسانی سے سمجھ سکے انشاء پردازی اور لفاظی مؤلف کا رعب تو جما سکتی ہے مگر اس کا پیام نہیں سمجھا سکتی۔ اسی لیے سیرۃ حضرت بلالؓ بھی اسی عام فہم سادہ زبان میں پیش ہے۔ امید کہ اس کی زیادہ سے زیادہ خرید کی جائے گی۔

غلام رسول اللہ

نظام الدین مغربی

مورخہ ۱-۸-۱۹۸۷ء

۱۱-۵-۵۴ ریڈ ہلز حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حضرت بلال رضؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی مشہور صحابی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہٗ ہیں۔ آپ عام طور پر مؤذنِ رسول اللہؐ اور عاشقِ رسول اللہؐ کے لقب سے موسوم ہیں[1]۔ آپ کو حضرت بلال حبشیؓ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں عرب کے باہر کے بھی چند اصحاب ہیں جو غلاموں کی حیثیت میں اسلام سے پہلے کے دور میں عرب لائے گئے تھے۔ عہدِ رسالت میں ان بزرگوں نے اسلام قبول کر کے بڑی ناموری حاصل کی۔ مثلاً حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہٗ۔ حضرت سُند ہندیؓ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ اور ان ہی کی طرح حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہٗ بھی ہیں۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نے اپنے انتقال سے چند لمحات قبل تین دن

---

[1] ابن اثیر، اسد الغابہ اردو ترجمہ عبدالشکور جلد ۲، لکھنؤ ۳۲۳ء صفحہ ۹

کے لئے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو انجالہ چ خلیفہ مقرر فرمایا تھا جبکہ امیر المومنین نے چھے اصحاب کی کونسل آف ایلکٹرس COUNCIL OF ELECTORS نامزد کر کے انھیں مستقل خلیفہ کے انتخاب کے لیے تین دن کی مہلت دی تھی۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ حضرت بلالؓ کا ذکر فرماتے تو فرماتے "سیدنا بلالؓ یعنی ہمارے سردار بلالؓ" فرماتے۔ عہدِ اسلام میں غلاموں کو جس قدر اعلیٰ مراتب حاصل ہوئے تھے حضرت بلالؓ اس کی بہترین مثال ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلالؓ بے حد عزیز تھے۔ آپ کو حضرت بلالؓ سے بڑی محبت تھی اور حضرت بلالؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ وارفتہ اور فریفتہ تھے۔

مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت بلالؓ عبدالکریم کے نام سے بھی موسوم تھے[2]۔ غالباً آپ کو یہ نام اسلام قبول کرنے کے بعد ملا تھا۔ آپ کی پیدائش اندازاً ۵۷۲ء میں ہوئی حضرت بلالؓ کے والد اور والدہ دونوں عرب کے ایک قبیلہ بنو جمح کے

---

[1] ابن اثیر، اسد الغابہ، اردو ترجمہ عبدالشکور جلد ۲ لکھنؤ ۱۳۲۳ھ صفحہ (۱۲)

[2] " " " " " " " " صفحہ (۹)

غلام تھے۔ والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا[1]۔
حضرت بلالؓ کا شمار مُولّدین سے تھا[2] یعنی جن کے ماں باپ
عرب کے باہر سے آئے تھے اور صاحبزادے عرب میں پیدا
ہوئے۔ حضرت بلالؓ نے بہت ہی اولین دور میں اسلام قبول
فرمایا تھا۔ قرآن مجید کے الفاظ میں آپ "السّابقون الاوّلون"
میں سے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی پوری رضامندی کا اظہار
فرمایا ہے۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بالکل نامعلوم ہے
جیسا کہ دیگر صحابہ کے قبولیت اسلام کے واقعات کافی مشہور
ہیں۔ حضرت سعید بن مُسیّب کا بیان ہے کہ حضرت بلالؓ
دین کے معاملہ میں بڑے حریص تھے انھیں سخت سے سخت
تکلیفیں دی جاتیں تو وہ اللہ اللہ کہتے۔ ابن اثیر کا بیان
ہے کہ ابوجہل انھیں (عرب کی چلچلاتی دھوپ میں) سخت گرم
ریت پر منہ کے بل لٹا دیتا اور (وزنی) چکی کا پاٹ آپ کے
جسم پر رکھ دیتا۔ یہاں تک کہ دھوپ ان کو بھون ڈالتی۔
ابوجہل کہتا "محمد کے رب کا انکار کرو" مگر وہ اَحد۔ اَحد۔ اَحد کہتے
جاتے تھے۔ حضرت عمیر بن اسحٰقؓ کا بیان ہے کہ جب اسلام دشمن
ان سے کہتے "اس طرح کہو (کہ ہم جس طرح کہتے ہیں) تو حضرت بلالؓ

---

[1] ابن اثیر۔ اسد الغابہ اردو ترجمہ عبدالشکور جلد ۲ لکھنو ۱۳۲۲ھ صفحہ (۹)
[2] " " " " " " " " صفحہ (۹)

فرماتے "میری زبان ان الفاظ کو صحیح ادا نہیں کر سکتی[1]۔" اس طرح
حضرت بلالؓ اسلام کے مخالفین کی اذیت رسانیاں برداشت
کرتے لیکن اللہ کے انکار کے کلمات اپنی زبان سے ادا ہونے نہ دیتے۔
حضرت مجاہد (تابعی) فرماتے تھے کہ حضرت بلالؓ کو اللہ کی راہ میں
بہت زیادہ ذلت اور تکلیف اٹھانی پڑی۔ آپ کی قوم نے آپ کو
بہت ہی ذلیل کیا۔ وہ آپ کو پکڑتے اور رسیوں سے ہاتھ باندھ دیتے۔
چھال سے بٹی ہوئی رسّی آپ کی گردن میں (اس طرح ڈالتے جس
طرح ایک جانور کی گردن میں) ڈالی جاتی اور آپ کو اپنے (شریر)
لڑکوں کے حوالے کر دیتے (آزاد عربوں کے) بچے آپ کے ساتھ
بہت ہی برا سلوک کرتے (یعنی آپ کو ایک جانور کی طرح
ہانکتے۔ مارتے۔ پیٹتے) کوہ صفا اور مروہ کے درمیان گھسیٹتے۔ جب
آپ کو تکلیفیں پہنچا پہنچا کر (خود) تھک جاتے تو آپ کو اسی
تکلیف زدہ حالت میں وہیں چھوڑ کر چلے جاتے[2]۔

حضرت بلالؓ نے جس وقت اسلام قبول فرمایا تھا آپ کی
عمر تیس تا چالیس کے درمیان تھی قبیلہ بنو جمح کا سردار اُمیہ بن
خلف جو اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ آپ کو بے حد
تکلیفیں اور دردناک مصیبتیں دیا کرتا تھا[3]۔

---

[1] ابن سعد۔ طبقات کبیر حصہ ۲ جزو ۵ دار الترجمہ عثمانیہ صفحہ (۱۵۳)
[2] ابن اثیر صفحہ ۱۲، ابن سعد صفحہ ۱۵۳ [3] ابن اثیر صفحہ ۹، ابن سعد صفحہ ۱۵۳.

مورخ ابن اثیر، حضرت سعید بن مسیب کی روایت بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا، اگر ہمارے پاس کچھ (مال) ہوتا ہم بلالؓ کو خرید لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے پاس گئے اور ان سے فرمایا بلالؓ کو ہمارے لیے خرید کر دیجئے[1] (ظاہر ہے حضرت بلالؓ کو خریدنے کے لیے کل رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا فرمائی تھی لیکن حضرت عباس بن عبدالمطلب کا توسط حضرت ابوبکرؓ نے اس لئے اختیار فرمایا تھا کہ مکہ کے اسلام دشمن جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کی مدد کرنے والے انسان ہیں۔ اسی لئے حضرت بلالؓ کے اسلام دشمن مالکین آپ کو حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ فروخت کرنے آسانی سے تیار نہیں ہو سکتے تھے انہیں حضرت بلالؓ کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم سے زیادہ حضرت بلالؓ جیسے سچے مسلمان کو تکلیفیں پہنچانا زیادہ پسند تھا۔ وہ اپنی اس مسرت سے دستبردار ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب اس وقت مسلمان نہ تھے اسی لئے حضرت بلالؓ کے اسلام دشمن مالکین کو اعتراض نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک مسلمان غلام ایک غیر مسلم کے گھر سے دوسرے غیر مسلم کے

[1] ابن اثیر۔ اسد الغابہ لکھنو ۱۳۲۳ھ صفحہ (۹)

گھر چلا جائے) چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب بنو جمح کی اس عورت کے گھر تشریف لے گئے۔ جس کے گھر میں حضرت بلالؓ غلام کی حیثیت میں زندگی گزار رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے بنو جمح کی اس عورت سے فرمایا "کیا تم اپنے اس غلام کو ہمارے ہاتھ فروخت کر دو گی۔ قبل اس کے کہ اس کی بھلائی جاتی رہے؟[1] (یعنی مکہ کے لوگ ظلم کر کے اس غلام کو معذور اور کام کاج کے ناقابل بنا دینے سے پہلے کیا تم اس کو ہمارے ہاتھ فروخت کر دو گی؟ تاکہ ہم اس سے کام کاج لے سکیں)

حضرت بلالؓ کی مالکہ نے اس بات کو سُن کر حضرت عباس بن عبدالمطلب سے کہا "تم اس غلام کو خرید کر کیا کرو گے؟ یہ تو خبیث ہے۔ ایسا ہے ویسا ہے (یعنی اس عورت نے حضرت بلالؓ کی حضرت عباسؓ کے آگے برائیاں بیان کیں) (عورت کا غالباً مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اس مسلمان غلام کو خرید کر ان کو مصیبتوں سے نجات نہ دلائیں۔ اس طرح بنو جمح کی اس عورت نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو ٹال دیا)

[1] حضرت ابوبکرؓ کا حضرت بلالؓ کو حضرت عباسؓ کے توسط سے خریدنا زیادہ قرین قیاس ہے اور جس وقت حضرت عباسؓ نے رقم ادا کر کے حضرت بلالؓ کو چھڑا لیا اس وقت مکہ کے ظالم حضرت بلالؓ کو گرم ریت پہ لٹا کر ان پہ گرم وزنی پتھر رکھے ہوئے ہوں۔ یہ واقعہ بھی ممکن ہے۔

حضرت عباسؓ اِس عورت کا بگڑا ہوا موڈ دیکھ کر واپس
چلے آئے اور کچھ عرصہ بعد دوسری بار اس عورت سے پھر
ملے اور حضرت بلالؓ کی خریدی کے بارے میں پھر بات کیے۔
(اس عورت نے اس بار بھی حضرت بلالؓ کی شکایتیں بیان
کیں لیکن) حضرت عباسؓ نے سمجھا بجھا کر اس عورت کو راضی
کر لیا اور رقم ادا کر کے حضرت بلالؓ کو اس کے قبضہ سے چھڑا لائے
اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے فرمایا۔

(یہ بات واضح نہیں ہے کہ حضرت بلالؓ کو حاصل کرنے کے
بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عباسؓ کو رقم ادا کی یا پہلے
رقم دے کر روانہ فرمائے تھے)

ابن اثیر نے ایک اور روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت
ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو اس حال میں خریدا تھا کہ وہ
پتھر کے نیچے دبے ہوئے تھے[1] اور انہیں تکلیفیں دی
جا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ کو
خریدنے کس قدر سونا ادا کیا تھا؟ اس بارے میں مختلف
مقداریں بتائی ہیں۔ مثلاً پانچ اوقیہ سونا۔ سات اوقیہ سونا
اور نو اوقیہ سونا۔ اس طرح تین قیمتیں بتائی جاتی ہیں[2,3]۔ اگر

---

[1] ابن اثیر۔ اُسد الغابہ۔ لکھنو ۱۳۲۳ھ صفحہ (۹)
[2,3] ابن اثیر۔ اُسد الغابہ۔ لکھنو ۱۳۲۳ھ صفحہ (۹)

سات اوقیہ سونا مان لیا جائے تو قریب تین سو گرام سونا
ہوتا ہے اور اس قدر سونا نقد ادا کر کے حضرت ابوبکر صدیق
صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلالؓ کو خالص اللہ اور اس کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے خرید کر آزاد فرما دیا
تھا (اللہ کی کروڑہا رحمتیں نازل ہوں حضرت ابوبکر صدیقؓ پر
آمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں ملاحظہ فرمایا
تھا کہ اسلام قبول کرنے پر بہت سے مسلمانوں کو ان کے
غیر مسلم رشتہ دار ان کے گھروں سے بے گھر کر رہے ہیں اسی لیے
حضورؐ نے مکہ کے بے گھر مسلمانوں کو مکہ کے گھر دار والے مسلمانوں کا
بھائی بنا دیا تھا۔

تاکہ گھر دار والے مسلمان۔ ان بے گھر مسلمانوں کو اپنے
گھروں میں پناہ دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
خالد بنؓ سعید بن العاص کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔
حضرت مصعب بن عمیرؓ کو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا
بھائی بنا کر حضرت سعدؓ کے گھر میں حضرت مصعبؓ کی
رہائش کا انتظام فرمایا تھا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حضرت ابو عبیدہؓ بن
الجراح کا بھائی بنا کر ان کے مکان میں حضرت بلالؓ کی

رہائش کا انتظام فرمایا۔ لیکن مورخ ابن سعد کا بیان ہے کہ
حضرت بلالؓ کو حضرت عبیدہ ابن حارث بن عبد المطلب کا
بھائی بنا کر ان کے مکان میں حضرت بلالؓ کی رہائش کا
انتظام فرمایا[1] (ابن سعد کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے) یہ بات
بھی قابل غور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی جیب سے
رقم ادا کر کے حضرت بلالؓ کو آزادی دلائی لیکن انھیں اپنے
گھر میں نہیں ٹھیرایا۔ حالانکہ حضرت ابوبکر کی مالی حالت اتنی
ضرور تھی کہ وہ حضرت بلالؓ کو اپنے مکان میں پناہ دے سکتے
تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ اگر حضرت بلالؓ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ
کے بے حد ممنون احسان تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے مکان میں
ٹھیرائے جاتے تو وہ اپنی ممنونیت میں حضرت ابوبکرؓ کے
گھر کے خادم بن جاتے اور حضرت ابوبکرؓ نے اللہ کی رضامندی
حاصل کرنے حضرت بلالؓ کی مالکہ کو جو رقم ادا کی تھی اس کا بدلہ
حضرت بلالؓ کی خدمت گزاری سے ادا ہو جاتا تھا۔ اسی لئے حضرت
ابوبکرؓ اپنی بے لوث خدمت اسلام میں فرق لانا نہیں چاہتے تھے۔
اور جو رقم حضرت بلال کی آزادی پر صرف کی تھی کوئی بدلہ اس
دنیا میں پسند نہیں کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ایک سبب یہ بھی

---

[1] ابن سعد صفحہ ۱۵۵ دار الترجمہ ایڈیشن۔

تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ عثمان اس وقت
اسلام اور مسلمانوں کے سخت مخالف تھے اور حضرت بلالؓ
کا حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں حضرت ابو قحافہ کے مظالم کے شکار
ہو جانے کا بھی امکان تھا اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ یا حضرت عبیدہ
ابن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مکان میں
حضرت بلالؓ کے قیام کا انتظام فرمایا اور یہ انتظام ہجرت
مدینہ تک قائم تھا۔ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین صحابہؓ اور انصاری صحابہؓ کے
درمیان نئی مواخاۃ (بھائی بھائی بنانے کا معاہدہ) کروایا۔ مکہ
والی مواخاۃ ختم کر دی گئی۔

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھنے کی ضرورت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ نے حضرت بلالؓ کی مصیبتوں کو دیکھ کر ان کو یہ
مشورہ نہیں دیا کہ اپنی مصیبتیں دور ہونے کے لئے نماز پڑھو
اور اللہ سے دعا کرو۔ بلکہ خود کوشش کر کے اور روپیہ خرچ
کر کے ان کو دشمنوں کے پنجے سے چھڑانے کی تدبیر فرمائی۔
اور حکمت و تدبیر کے ساتھ تدبیر فرمائی کہ ایک غیر مسلم حضرت
عباسؓ بن عبد المطلب کو درمیان میں ڈال کر حضرت بلالؓ کی

رہائی کے لئے بنوجمح سے سودا کیا اور رہائی کے بعد میں ان کے
قیام و طعام کے لئے ان کو زمانہ اور اللہ سے دعا کر لینے کا
مشورہ نہیں دیا بلکہ ایک دوسرے مسلمان حضرت ابوعبیدہ
بن جراح رضی اللہ عنہ یا حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب
رضی اللہ عنہ کی جیب پر بار ڈال کر ان کے قیام و طعام کا انتظام
فرمایا۔ جب عہد رسالت کے مسلمان۔ دین کی ضروریات۔ دین
کے لئے مشقت اٹھانے والے مسلمانوں کی ضروریات کا خرچ
اٹھانے کے لئے خوشی خوشی تیار ہوئے۔ اپنی آسائشات
کاٹ کر دین اور خدمت گزاران دین کے لئے اپنا مال خرچ
کرتے گئے تو خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت
اُن پہ نازل ہوئی اور دین غالب ہو گیا اور اسلام دشمن
مغلوب کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہی قوم کو عزت اور
اقتدار عطا فرماتے ہیں جو اپنی قوم کے غریبوں یتیموں بیواؤں
مسکینوں فسادات میں تباہ ہونے والوں اپنی ملت کے دینی
اور دنیاوی تعلیم کے ادارے چلانے والوں۔ طالب علموں۔
دین کے خدمت گزاروں۔ جیل جانے والوں اور ان کے
وارثوں کی مدد پہ اپنی آسائشات کاٹ کر اور اپنی ضروریات
کو کم کر کے خرچ کرتی ہے اور اس قوم کو سخت ذلت عطا

کرتے ہیں جو اعلیٰ غذاؤں۔ آرام دہ بستروں۔ لذیذ شروبات
اعلیٰ فرنیچر سامان آسائش و زیبائش کی حرص میں مبتلا ہو۔
چاہے اس قسم کے افراد کتنی عبادتیں کیوں نہ کرتے ہوں؟
زبان کے ذائقے۔ بستروں کی ملائمت اور سامان زیبائش
عبادتوں کا اثر زائل کر دیتے ہیں۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد
ہجرت مدینہ سے قبل مکہ میں حضرت بلالؓ کی مصروفیات کیا
تھیں۔؟ ان کی تفصیلات نامعلوم ہیں۔ بیعت عقبہ ثانی
(۶۲۲ء) کے ساتھ ہی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مکہ میں مقیم مسلمانوں کو مدینہ منورہ ہجرت کا حکم فرمایا تو مکہ چھوڑ کر
جلد مدینہ جانے والے مہاجرین میں حضرت بلالؓ بھی شامل
تھے۔ مدینہ پہنچ کر ابتداء میں حضرت بلالؓ حضرت سعد بن
خیثمہ انصاریؓ کے مہمان ہوئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف
لائے اور مکہ سے لٹ پٹ کر آنے والے مسلمانوں کی بازآبادکاری
کا اہم ترین مسئلہ درپیش تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس مسئلہ بازآبادکاری کو "عہد مواخاۃ" ایک ایک
مکی مسلمان کو ایک ایک مدنی مسلمان کا بھائی بنا کر حل فرمایا
اس وقت حضرت بلالؓ حضرت ابورویحہ انصاریؓ کے
بھائی بنا دیے گئے۔ دونوں دینی بھائیوں میں بے حد محبت تھی

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں حضرت بلالؓ مدینہ منورہ کا قیام چھوڑ کر شام میں جا کر بس گئے تو حضرت ابو رویحہ انصاریؓ بھی مدینہ منورہ میں نہ رہ سکے اور وہ بھی اپنے دینی بھائی کے ساتھ رہنے کے لئے شام چلے گئے۔ ابو رویحہؓ کا پورا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الخشعمی تھا۔[1]

مدینہ منورہ میں جب مسجد نبویؐ تعمیر ہوئی تو حضرت بلالؓ تاریخ اسلام کے سب سے پہلے موذن مقرر ہوئے اس سے پہلے یہ عہدہ کسی کو نہیں ملا تھا۔ اذان کے لغوی معنی یا ڈکشنری کے معنی خبر دینا یا اعلان کرنا ہیں۔ اسلام کی خاص اصطلاح میں اذان۔ نماز کے وقت کی اطلاع دینے کو کہتے ہیں اذان کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ تشریف لانے تک رائج نہ تھا۔ مکہ میں اذان کا وجود تھا اور نہ نماز باجماعت لازم تھی۔ صرف انفرادی نماز پڑھ لینے کا مسلمانوں کو حکم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد نماز باجماعت لازم قرار پائی البتہ مکہ میں حسب موقعہ کفار سے بچ کر مسلمان باجماعت بھی نماز پڑھا کرتے تھے مگر یہ

علہ ابن سعد طبقات حصہ ۲ جزو ۵ دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ صفحہ ۵۵

طریقہ لازمی نہ تھا۔ جب مسجد نبویؐ تعمیر کر لی گئی تو مسلمانوں کو مقررہ وقت پر مسجد میں جمع کرنے کی تدبیریں سوچی گئیں۔ جس کے نتیجے میں اذان وجود میں آئی۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو نماز کے وقت کا اندازہ کر لیا کرتے اور اس وقت جمع ہو جاتے۔ نماز کے لئے (مسجد میں) آنے انہیں کوئی نہیں پکارتا تھا۔ ایک دن سب نے (مسلمانوں کو جمع کرنے کے) مسئلہ پر غور اور مشورہ کیا۔ بعض کی رائے تھی کہ نصاریٰ (کرسچین) کی طرح ناقوس (گھنٹے) بجاؤ۔ بعض نے کہا۔ یہودیوں کی طرح سینگ پکڑو (یعنی کھلے سینگ میں پھونک کر بگل کی طرح آواز نکالو) حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ کسی اعلان کرنے والے کو کیوں نہیں مقرر کیا جاتا کہ وہ نماز کا اعلان کرے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا بلال۔ اٹھ اور نماز کا اعلان کر۔[2] حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی بیان کردہ اس حدیث سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اذان کے یہ کلمات جو موجودہ زمانے

علہ۲ فیض الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ ۳ صفحہ ۸۷ لاہور ۱۳۱۴ھ کتاب الاذان صفحہ ۸۸

میں رائج ہیں۔ ابتدائی دنوں میں رائج نہ تھے بلکہ صرف
لوگو! نماز کے لئے جمع ہو جاؤ پکارا جاتا تھا اور اس طرح ایک
جملہ پکارنے کی خدمت حضرت بلالؓ کے سپرد تھی)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اوپر کی حدیث
میں نماز کے لئے بلانے کے مسئلہ پر جس میٹنگ کا تذکرہ فرمایا
ہے اس میٹنگ کی برخواستگی کے بعد ایک صحابی حضرت
عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے گھر جا کر سو گئے۔ انہوں نے
خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ اذان دے رہا ہے
اور وہی کلمات کہہ رہا ہے جو آج کہے جاتے ہیں
خواب سے بیدار ہو کر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور خواب
میں اذان کا جو طریقہ دیکھا تھا اور جو کلمات سنے تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے فرمایا
"یہ کلمات بلال کو سکھا دو" جب دوسری نماز کا وقت
آیا اور حضرت بلالؓ نے ان کلمات پر مشتمل اذان دی تو
حضرت عمر فاروقؓ دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض فرمایا کہ میں نے بھی ایسا ہی
خواب دیکھا ہے اور یہی کلمات خواب میں سنے تھے[1]

[1] فیض الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ ۳ کتاب الاذان صفحہ 91

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا تھا کہ
وہ اذان کے وقت کلمات اذان دو دوبارہ کہیں اور
اقامت کے وقت ان ہی کلمات کو ایک ایک بار کہا
کریں[1]۔ حضرت قاسم بن عبدالرحمنؒ کا بیان ہے کہ (عہد
اسلام میں) سب سے پہلے جس نے اذان دی وہ حضرت
بلالؓ ہیں[2]۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ قبیلہ خزرج کی
ایک خاتون کی روایت بیان کیا کرتے کہ وہ فرماتی تھیں
(جن کا مکان مسجد نبویؐ سے بہت ہی قریب اور کافی بڑا
تھا) ابھی رات کی تاریکی پوری طرح باقی رہتی تھی کہ بلال
ہمارے گھر آتے اور ہمارے گھر کی چھت پر چڑھ کر بیٹھ
جاتے۔ اس طرح وہ صبح کا انتظار کرتے رہتے اور پھر
(ہمارے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر) اذان دیتے[3]۔ حضرت
موسیٰ بن اسمٰعیلؒ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت بلالؓ
اذان کے کلمات "حی علی الصلوٰۃ" اور "حی علی الفلاح"

[1] صحیح بخاری کتاب الاذان [2] ابن سعد۔ طبقات کبیر حصہ ۲
جزو نمبر ۵ دارالترجمہ عثمانیہ صفحہ ۱۵۵ [3] سنن ابی داؤد در کتاب
الاذان باب فوق المنارہ بذل المجہود در شرح ابی داؤد) میرٹھ
۱۳۴۲ھ صفحہ ۲۹۸

کہتے تو دائیں اور بائیں مڑ کر آواز لگاتے [1]۔ مورخ محمد بن سعدؒ نے حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن حارث الیتمیؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت بلالؓ اذاں سے فارغ ہونے کے بعد (لوگوں کے مسجد میں جمع ہوجانے کے بعد حضورؐ کو مسجد میں تشریف لانے کی دعوت دیتے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر تشریف لانے اطلاع دینا چاہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے دروازے کے پاس جاکر کھڑے ہوجاتے اور فرماتے "حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح یا رسول اللہ" حضرت محمد بن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان سے مسجد نبویؐ میں تشریف لاتے تو حضورؐ کو دیکھتے ہی حضرت بلالؓ اقامت شروع کردیتے [2] (حضرت محمد بن عمرؓ کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنتیں اپنے مکان میں پڑھ کر ہی مسجد میں تشریف لاتے تھے) اذاں کا طریقہ مستحکم ہوجانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے لئے دو اذانیں مقرر فرمائی تھیں

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب الاذاں باب فوق المنارہ بذل المجہود در شرح ابی داؤد میرٹھ ۲ ھ ۱۳۲۸ھ صفحہ ۲۹۸۔

[2] ابن سعد۔ طبقات۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ صفحہ (۱۵۶)

فجر کی پہلی اذاں جو صبح صادق سے بہت پہلے مقرر کی گئی تھی اس کے لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ مامور کئے گئے اور صبح صادق کے وقت اذاں کے لئے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہٗ مامور ہوئے۔ پہلی اذاں کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ رات بھر سوتے رہے ہیں وہ نیند سے اٹھ جائیں اور جو لوگ روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ سحری کھالیں اور وہ لوگ جو ساری رات عبادت کرتے رہے ہیں وہ دوسری اذاں تک کچھ آرام لیں جب حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ اذاں دیتے وہ نمازِ فجر شروع ہونے کا اعلان ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نابینا تھے اسی لئے انھیں اذاں کے لئے دیگر صحابہ کی طرف سے یاددہی ضروری ہوتی۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلال کی اذاں پر کوئی شخص کھانا پینا بند نہ کرے تاآں کہ عبداللہ ابن ام مکتوم اذاں نہ دے دے [1]" (حیدرآباد میں سنت کی پیروی۔ سنت کی پیروی

[1] صحیح بخاری۔ الجزو الاول بمکتۃ المکرمہ ۱۳۷۷ھ صفحہ (۱۰۶)
فیض الباری پارہ ۳ صفحہ ۱۰۳

پکارنے والے رمضان میں جو سائرن بجاتے ہیں۔ اس کی بجائے وہ دو اذانوں کا مسنون طریقہ اختیار کیوں نہیں کرتے؟ کیا سائرن اور لاؤڈ اسپیکر بھی سنت ہیں؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہوتا کہ سحری یا فجر کے اعلان کے لئے کوئی آلہ استعمال کریں تو اُس زمانے میں جس قسم کے آلات یا باجے موجود تھے آپ وہ بجوا دیتے؟ آپ نے بغیر آلے یا باجہ کے صرف انسان کے منہ سے اذان کا طریقہ پسند فرمایا — !

سائرن اور لاؤڈ اسپیکر کیا بدعت اور غیر مسنون عمل نہیں؟ حضرت بلالؓ کا طریقہ کہ مسجد یا مسجد کے قریبی مکان کی چھت سے اذان دینا۔ آج کے دور کے مسلمانوں کو سنت کیوں نظر نہیں آتا جبکہ یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہجرت تا وفات جاری تھا —؟

ظہر کی نماز کے وقت حضرت بلالؓ زوال آفتاب کے بعد اذان کہتے اور اقامت کہنے کے لئے اذان کے بعد کچھ وقفہ لیتے (اذان اور اقامت کے درمیان تاخیر کرتے) مگر اذان کہنے میں کبھی تاخیر نہ کرتے[1]۔

---

[1] ابن سعد طبقات حصہ ۲ جزو ۵ صفحہ ۱۵۶

حضرت عمرو بن اُمیہ الضمری رضی اللہ عنہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفروں میں اکثر حضورؐ کے ساتھ رہا کرتے) فرماتے ہیں" ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا گیا تھا اور سب تھکے ہوئے تھے) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اصحاب سو گئے اور اس وقت تک سوتے رہے جبکہ سورج طلوع ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو صحابہؓ کو حکم فرمایا کہ اِس جگہ سے نکل پڑو (یعنی اس مقام کو نا پسند فرمایا جہاں سونے سے نیند کا غلبہ ہو گیا اور نماز جاتی رہی اور کچھ آگے بڑھنے کے بعد) حضرت بلال کو حکم فرمایا" اذان دو" اور پھر آپؐ نے وضو کیا اور دو رکعت (سنت) پڑھی۔ پھر حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اقامت کہیں۔ پھر سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دو رکعت (فرض) نماز فجر ادا کی (یعنی سورج طلوع ہو جانے کے بعد[1]۔

حضرت بلالؓ بیان کرتے تھے کہ میں نے ایک بہت ہی سخت سردی والے دن فجر کی اذان دی۔ جب

---

[1] سنن ابوداؤد الجزء الاول کتاب الصلوٰۃ شرکۃ مصطفیٰ البابی بمصر ۱۹۵۲ صفحہ ۱۰۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مسجد میں کسی کو نہیں پایا۔ آپؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ "یا بلال! لوگ کہاں ہیں۔؟" میں نے عرض کیا "سردی کے سبب نہیں آئے ہیں"۔ آپؐ نے دعا کی یا اللہ۔ سردی کو ان لوگوں سے دور کر دے۔ پس (فوراً ہی) میں نے دیکھا کہ لوگ نماز کے لیے (مسجد میں) چلے آ رہے ہیں[۱]۔ فتح مکہ کے حالات میں اسی طرح تذکرہ ہے کہ.......

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہؐ مکہ میں تشریف لائے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلوایا۔ انہوں نے حضورؐ کے لئے کعبہ کا دروازہ کھولا۔ آپ تھوڑی دیر اندر رہے اس کے بعد سب لوگ باہر نکلے حضرت ابن عمرؓ کا کہنا ہے میں نے جلدی سے بلالؓ سے پوچھا کیا آپ نے اندر نماز پڑھی تو انہوں نے کہا ہاں پڑھی۔ میں نے پوچھا کہاں پڑھی؟ تو بلالؓ نے کہا دونوں ستونوں کے درمیان۔ ابن عمرؓ کہتے تھے مجھ سے (یہ بات پوچھنی) رہ گئی کہ آپؐ نے کتنی رکعت نماز پڑھی[۲]۔

---

[۱] ابن اثیر اسد الغابہ اردو ترجمہ عبدالشکور لکھنو جلد ۲، ۱۳۲۳ھ صفحہ ۱۲
[۲] بخاری شریف جلد ۱ مترجمہ عبدالحکیم شاہجہاں پوری صفحہ ۲۵۲

حضرت ابو قتادہؓ روایت کرتے ہیں۔ ہم ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے (پچھلا وقت ہو چلا گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ رہے تھے) بعض اصحاب نے کہا "یا رسول اللہؐ کاش آپ ہمارے ساتھ آرام فرماتے ——!"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب عطا فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ تم نماز سے غافل ہو کر سو نہ جاؤ؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ "میں آپ سب لوگوں کو جگا دوں گا" اس پر سب لیٹ گئے اور حضرت بلالؓ بھی اپنی پیٹھ اونٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ مگر ان پر بھی نیند نے غلبہ کر لیا (اور وہ بھی سب کی طرح سو گئے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیدار ہوئے جبکہ سورج کا کنارہ نکل آیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا بلال تم نے کیا کہا تھا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا (یا رسول اللہؐ!) مجھے ایسی نیند کبھی نہیں آئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحیں جب چاہی قبض کر لی اور جب چاہی لوٹا دی۔ بلال اٹھو——! اور نماز کے لئے اذان دو۔ پھر آپؐ نے وضو فرمایا۔ اور جب سورج (اچھی طرح) بلند ہوا اور چمکنے لگا تو آپؐ کھڑے

ہوئے اور باجماعت نماز پڑھی۔
بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں حضور رسول اللہ نماز صبح کے وقت
اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں ہلکی پڑھتے
تھے۔[۲]

حضرت ابو جحیفہؓ نے روایت فرمائی ہے کہ انہوں نے
حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ اذان کے دوران وہ اپنا منہ اِدھر اُدھر
پھیرتے تھے (یعنی حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کہتے وقت)[۳]
امام ترمذی نے اسی روایت میں اتنا اضافہ فرمایا
کہ اس وقت حضرت بلالؓ کی انگلیاں ان کے دونوں
کانوں میں رہتی تھیں۔[۴]
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔ بلالؓ جب
تم اذان کہو تو اس میں ترتیل کرو۔ (یعنی اذان کے
کلمات ٹھہر ٹھہر کر جدا جدا کہو) اور جب

۱؎ صحیح بخاری مترجمہ عبدالحکیم شاہجہاں پوری جلد ۱ ۱۹۸۳ء صفحہ ۲۸۶
۲؎ " " " " صفحہ ۲۹۴
۳؎ " " " " صفحہ ۲۹۸
۴؎ ترمذی شریف اُردو ترجمہ مطبوعہ دفتر آستانہ دہلی صفحہ ۷۲ (باب اذان کی ابتداء

اقامت کہو تو جلدی جلدی کہو اور اذان و اقامت
کہو تو جلدی جلدی کہو اور اذان و اقامت کے
درمیان اتنا وقفہ چھوڑو کہ کھانے والا۔ کھانے سے
اور پینے والا پینے سے فارغ ہو لے اور ضرورت والا
ضرورت سے فارغ ہو جائے۔[۱]
حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز کے سوا کبھی اور نمازیں
ہرگز تثویب نہ کرو (تثویب یہ ہے کہ صبح کی نماز میں
الصلوٰۃ خیرٌ من النوم کہے)[۲]

حضرت حفص بن عمر بن سعد القرظ سے منقول
ہے کہ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس صبح کی نماز کی خبر دینے گئے تو لوگوں نے کہا آپؐ سو
رہے ہیں تو بلالؓ نے بلند آواز سے پکارا "الصلوٰۃ
خیرٌ من النوم" یعنی نماز نیند سے بہتر ہے
تو یہ کلمہ نماز صبح کی اذان میں قائم کیا گیا۔[۳]

۱؎ ۲؎ ترمذی شریف اُردو ترجمہ جلد ۱ مطبوعہ مکتبہ دارالقرآن دفتر
آستانہ جامع مسجد دہلی صفحہ ۷۲ (باب اذان کی ابتداء)
۳؎ سنن دارمی اردو ترجمہ جلد ۱ دفتر آستانہ جامع مسجد دہلی صفحہ ۷۲۔

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں مجھے اذان دینے کا حکم دیا۔ میں نے اذان کہہ دی۔ (جب اقامت کا وقت آیا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنی شروع کر دی۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ صدائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے۔ اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔[۱]

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال ٹھنڈا کرو" (یعنی ظہر کی نماز گرمی میں دیر کر کے پڑھو اور دھوپ کی شدت کم ہونے دو)[۲]

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے نماز کے اوقات دریافت کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارے

۱؎ ترمذی شریف اردو ترجمہ جلد ۱ دفتر آستانہ جامع مسجد دہلی صفحہ ۷۲

۲؎ ترمذی شریف اردو ترجمہ جلد ۱ دفتر آستانہ جامع مسجد دہلی صفحہ ۳۲ (باب نمازِ ظہر ابراد

پاس ٹھیرو (یعنی اگر نماز کے اوقات دریافت کرنا ہو تو یہاں ٹھیر کر دیکھو کہ ہم کونسی نماز کس کس وقت پڑھتے ہیں) اگر اللہ نے چاہا تو۔ اس کے بعد (یعنی کچھ وقت گزرنے کے بعد) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس وقت اقامت کہی جب کہ صبح طلوع ہوئی (یہ صبح کی نماز کا وقت ہوا) پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (ظہر کی نماز کے لئے) حکم دیا تو انہوں نے اس وقت اقامت کہی۔ جس وقت سورج ڈھلا۔ (یعنی زوال آفتاب کے بعد) پس حضور نے ظہر کی نماز ادا کی (یہ ظہر کے وقت کا بیان ہوا) پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اقامت کہی اور حضور نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ سورج سفید اور بلند تھا۔ پھر مغرب کی اقامت کا حکم دیا اور اس وقت نماز پڑھی جبکہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر عشاء کے لیے حکم دیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس وقت اقامت کہی جبکہ شفق غائب ہو گئی۔ (گویا ان تمام نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سائل کو تمام نمازوں کے ابتدائی اوقات تعلیم فرمائے)

پھر دوسرے دن اسی طرح حکم فرمایا کہ

صبح کو زیادہ روشن کیا۔ ظہر کو اچھی طرح ٹھنڈا کیا۔ پھر حضرت بلالؓ نے آپ کے حکم سے عصر کی اقامت اُس وقت کہی جبکہ آفتاب کا آخر وقت تھا۔ اور پہلے دن سے زیادہ نیچا ہو چکا تھا۔ پھر حضورؐ کے حکم سے مغرب کی نماز میں تاخیر کی گئی۔ شفق کے غائب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے تک۔ پھر عشاء کی نماز کے لئے حکم فرمایا تو حضرت بلالؓ نے ایک تہائی رات گزرنے پر اقامت کہی (قریب گیارہ بجے رات کو) اس طرح دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کے آخری اوقات بتلائے) پھر رسول اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ نماز کے اوقات پوچھنے والا شخص کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا (یا رسول اللہؐ) میں حاضر ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا نمازوں کے اوقات (پہلے اور دوسرے دن پڑھی گئی) نمازوں کے اوقات کے درمیان ہیں (یعنی یہ یہ اوقاتِ نماز جو میں نے تمہیں دکھلائے ابتدائی اور آخری ہیں منتخب وقت ان کے درمیان ہے[1]

---

[1] ترمذی شریف اُردو جلد ۱ ابواب نماز صفحہ ۶۵ (مغازی صادقہ ترجمہ مغازی الرسول از واقدی صفحہ (۳۵م) کا پنور (۱۸۸۹ء)

امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی شریف)

مورخ واقدی کا بیان ہے کہ رسولؐ نے اپنی آخری بیماری کے وقت حضرت ابوبکرؓ کو نماز کی امامت کا جو حکم روانہ فرمایا تھا وہ حضرت بلالؓ ہی کے ذریعہ روانہ فرمایا تھا۔ جب کہ حضرت بلالؓ حضورؐ کو اطلاع دینے تشریف لے گئے تھے کہ نماز تیار ہے یا رسول اللہ[1]

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ عید کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لئے عیدگاہ کی طرف روانہ ہوتے تو حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ایک عصا (لمبا ڈنڈا) لئے آگے آگے چلتے۔ حضرت محمد بن عمرؓ کا بیان ہے کہ (عیدگاہ میں) حضرت بلالؓ وہ عصا میدان میں گاڑ دیتے تاکہ وہ نمازیوں کے لئے سترہ (حد فاصل یا دیوار) کا کام دیتا۔

حضرت ابراہیم بن محمد کا بیان ہے کہ عید کی نماز یا استسقاء (بارش کے لئے دعا) کی نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آبادی سے باہر کھلے میدان کی طرف) تشریف لے جاتے تو حضرت بلالؓ ایک لمبا ڈنڈا لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] مغازی صادقہ ترجمہ مغازی الرسول از واقدی صفحہ (۳۵م) کانپور ۱۸۸۹ء

اپنے رسول اور آپ کے صحابہؓ کو فتح عطا فرمائی۔ مکی فوج
کے سپاہی اپنا مال، اسباب ذرہ بکتر اور ہتھیار
چھوڑ کر بدر سے مکہ کی طرف بھاگنے لگے۔ اُس وقت
حضرت بلالؓ کا پرانا دشمن اُمیّہ بن خلف اور
اس کا بیٹا علی بن اُمیہ اپنی فوج کی شکست دیکھ کر
کوشش کرنے لگے کہ مدنی فوج میں ان کا کوئی دوست
مل جائے اور وہ اس دوست کی پناہ حاصل کر لیں۔[1]
اُمیہ بن خلف مکہ کے مشہور قبیلے بنو جمح کا سردار تھا۔
یہ بھی ایک دلچسپ حقیقت تھی کہ اسلام کے
بہت بڑے خادم اور عظیم صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن
عوفؓ مکہ میں اُمیّہ بن خلف کے بہت دوست رہ چکے تھے
اس وقت میدان بدر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف
رضی اللہ عنہ دشمن کے پھینکے ہوئے مال سے دو قیمتی
ذرہ لوہے کے جنگی کوٹ اُٹھائے جا رہے تھے
اُمیہ بن خلف کی نظر جب حضرت عبدالرحمٰن عوف
رضی اللہ عنہ پر پڑی تو اس نے فوری انھیں آواز دی
اور خواہش کی کہ وہ اُمیہ بن خلف اور اس کے بیٹے

---

[1] تاریخ طبری جلد نمبر ۱ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۸۶

علی بن اُمیہ کو اپنا قیدی بنا کر اپنی پناہ میں لے لیں
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی ذرہیں
پھینک دیں اور ان دونوں کو اپنا قیدی بنا لیا۔ وہ ان
دونوں کے ساتھ لے کر اپنے کیمپ کی طرف چلے۔ راستے
میں حضرت بلالؓ ملے اور ان کی نظر اُمیہ بن خلف پر پڑی۔
یہ اُمیہ بن خلف حضرت بلالؓ کو مکہ میں طرح طرح سے
تکلیفیں دیا کرتا تھا تاکہ وہ اسلام ترک کر دیں۔ اب میدان
بدر میں حضرت بلالؓ نے اُمیہ بن خلف کو دیکھا تو پکارنے
لگے "میں ہلاک ہو جاؤں گا اگر اُمیہ بن خلف بچ جائے"۔
حضرت بلالؓ کا یہ جملہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن بن
عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت بلالؓ کو غصہ سے ڈانٹا کہ
یہ دونوں باپ بیٹے اُن کے قیدی ہیں انھیں ہاتھ نہ
لگانا ---! لیکن حضرت بلالؓ بار بار یہی کہتے تھے "میں
ہلاک ہو جاؤں گا اگر اُمیہ بن خلف بچ جائے"۔ جب حضرت
عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے قیدیوں کی
حفاظت کی تو حضرت بلالؓ نے مدنی سپاہیوں کو مخاطب
کر کے للکارا --- "اے اللہ کے انصار ---! دیکھو یہ اسلام
کے دشمنوں کا سرغنہ اُمیہ بن خلف ہے۔ میں ہلاک
ہو جاؤں گا اگر اُمیہ بن خلف بچ جائے"۔ اب مدینے کے

سپاہی امیہ بن خلف کی طرف پلٹے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے علی بن امیہ کو فوراً بھاگ جانے کی ہدایت دی۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ بھاگتے مدنی سپاہی ان دونوں کی طرف لپکے اور انہیں گھیر لیا اور ان دونوں کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (جب کبھی بدر کے واقعات بیان فرماتے تو) فرماتے "اللہ بلال پر رحم کرے۔ میری زرہیں بھی جاتی رہیں اور انہوں نے میرے قیدیوں کو مجھ سے چھڑا لیا۔"[1]

حضرت زید بن اسلمؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے لڑکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہماری بہن کا نکاح فلاں شخص سے کروا دیجئے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم لوگ بلال کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔۔۔؟" (وہ لوگ بلالؓ سے اپنی بہن کے رشتے کو ناپسند کر کے چلے گئے) دوسری مرتبہ وہ پھر رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (دوسرے) فلاں شخص

---

[1] تاریخ طبری جلد نمبر ۱ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ء صفحہ

کے ساتھ ہماری بہن کا نکاح کروا دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا "تم لوگ بلالؓ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟" (وہ لوگ پھر بلال کے ساتھ رشتے کو ناپسند کر کے چلے گئے) جب تیسری بار وہ لوگ ایک تیسرے شخص کے ساتھ اپنی بہن کے نکاح کی خواہش لے کر آئے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم لوگ بلال کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ تم لوگ ایسے شخص کو چھوڑ دیتے ہو جو اہل جنت سے ہے؟" تب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کے مطابق حضورؐ کی سرپرستی میں اپنی بہن کا نکاح حضرت بلالؓ کے ساتھ کروا دیا۔[1]

(اوپر کی حدیث ثابت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص فکر تھی کہ حضرت بلالؓ کی شادی مدینہ کے کسی معزز خاندان میں ہو۔ حضرت بلالؓ ایک سابقہ غلام ہونے کی وجہ سے ابوالبکیرؓ کے صاحبزادگان ایسے رشتہ سے پس و پیش کر رہے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں اعلیٰ ذات اور ادنیٰ ذات کی تفریق مٹانا چاہتے تھے۔ جو غیر مسلموں اور قبل اسلام کے عربوں کی

---

[1] محمد بن سعد۔ طبقات کبیر جلد نمبر ۲ حصہ ۵ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ صفحہ ۱۵۹

قرار دی ہوئی تقسیم تھی۔ اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں حضرت بلالؓ کے قطعی جنتی ہونے کی کھلی بشارت دی تھی۔ تعجب ہے کہ جن ملاؤں نے عشرہ مبشرہ کی تخصیص قائم کی ہے اس میں انہوں نے حضرت بلالؓ کا نام شامل نہیں کیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صحابہؓ اور کئی صحابیات کے جنتی ہونے کی اس دنیا میں کھلی بشارت سنا دی تھی)

ایک اور روایت میں جو حضرت قتادہؓ سے بیان ہوئی ہے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلالؓ نے قبیلہ بنو زہرہ کی ایک خاتون سے نکاح فرمایا تھا[1]۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت رکھتی ہے کہ والدہ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کا تعلق بھی قبیلہ بنو زہرہ سے تھا اور بنو زہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ننھیال تھا۔ حضرت بلالؓ کے لئے (جو سابق میں ایک غلام تھے اور سیاہ فام حبشی تھے آپ کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال میں دامادی ملنا بہت بڑا اعزاز تھا اور بہت ہی عظیم خوش قسمتی تھی۔ اللھم

[1] طبقات کبیر حصہ نمبر ۲ جز نمبر ۵ صفحہ ۱۶۰

اغفر نظام الدین مغربی بطفیل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و صحبہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آمین (ہم یقین کر سکتے ہیں کہ والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں حضرت بلالؓ کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورے کے بغیر نہیں ہوئی ہوگی اور حضورؐ نے اس رشتہ کو قبول فرماتے وقت ان کے قلب کی کیفیت اور ایمان کی مضبوطی ملاحظہ فرمائی تھی نہ کہ ان کی غلامی) صحیح بخاری کتاب المناقب میں درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا "بلالؓ میں نے جنت میں اپنے پیچھے تمہارے جوتوں کی آواز (یعنی تمہاری میرے ساتھ ساتھ چلنے کی آواز) سنی تھی[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حضرت بلالؓ کی بزرگی ثابت کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔

مدینہ کی نئی مملکت میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ معظمہ سے مدینہ ہجرت کرنے پر تشکیل پائی تھی حضرت بلالؓ کو جو عزت دار مرتبہ حاصل تھا اس کا اندازہ اس بات سے

[1] صحیح بخاری جزو ۵ مطبعۃ الفجالۃ الجدیدہ بمکتۃ المکرمہ ۱۳۷۶ھ صفحہ ۲۳

لگایا جا سکتا ہے کہ جمادی الاول سنہ ۱ھ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
کو (جو اس وقت عثمان بن الاشہل نامی ایک یہودی کے
غلام تھے) غلامی سے آزادی دلانے کے لئے عثمان بن الاشہل سے
ایک معاہدہ کیا یہودی نے حضرت سلمان فارسیؓ کو
آزاد کرنے تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونا
طلب کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدے
کو قبول فرما کر ایک دستاویز لکھوا کر اس پر گواہوں کے
دستخط حاصل فرمائی۔ تاکہ معاہدہ تحریری شکل میں محفوظ
ہو جائے معاہدہ حضرت علیؓ سے لکھوایا گیا اور اس پر جن
معززین کی دستخطیں بطور گواہ حاصل کی گئیں ان میں حضرت
بلالؓ بھی شامل تھے۔ معاہدہ پر بہ حیثیت گواہ دستخط کرنے
والوں میں حضرت بلالؓ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ
حضرت عمر فاروقؓ حضرت علیؓ۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ
حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت مقداد ابن الاسودؓ۔ حضرت
عبدالرحمٰن ابن عوفؓ تھے۔ مذکورہ ان بزرگوں کے
ساتھ حضرت بلالؓ کا اس دستاویز پر بہ حیثیت گواہ

۱؎ دستاویز کا کامل متن ملاحظہ فرمائیے ڈاکٹر حمید اللہ الوثائق السیاسیہ ص ۲۴۳ ۱۹۸۵ء

دستخط کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکرؓ
حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی طرح حضرت بلالؓ بھی
ان دنوں معززین مدینہ میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت عمر بن میمونؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے
والد نے بیان کیا کہ حضرت بلالؓ کے ایک بھائی اپنے
آپ کو عرب کہتے تھے۔ انہوں نے ایک عرب عورت کو
نکاح کا پیام دیا۔ لڑکی والوں نے جواب دیا۔ اگر بلالؓ
اس تقریب میں موجود ہوں گے تو ہم تم سے (اس لڑکی کا)
نکاح کر دیں گے۔ پھر حضرت بلالؓ آئے انہوں نے خطبہ
پڑھا اور فرمایا۔ میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرے بھائی
ہیں جو دین اور اخلاق میں بڑے آدمی ہیں۔ اگر تم
لوگ (اپنی لڑکی کا) ان سے نکاح کرنا پسند کرتے ہو تو
کر دو اور نہیں کرنا چاہتے ہو تو مت کرو (لڑکی والوں نے کہا
جس کے تم بھائی ہو اسے ہم (اپنی لڑکی) دینا پسند کریں
گے" اور ان لوگوں نے حضرت بلالؓ کے بھائی کے ساتھ
اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔۱؎

حضرت بلال حبشیؓ۔ حضرت صہیب رومیؓ اور

۱؎ ابن سعد۔ طبقات کبیر حصہ ۲ جز ۵ صفحہ ۱۵۹

حضرت سلمان فارسیؓ جو سب کے سب غلام رہ چکے تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خاندان قریش کے
سرداروں سے زیادہ عزیز تھے۔ ایک دفعہ ایک مقام
پر حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت بلالؓ بیٹھے تھے۔
اتفاق سے ابو سفیانؓ ادھر سے گزرے۔ ان دونوں
اصحابؓ نے فرمایا "ابھی تلوار نے اللہ کے اس دشمن کی گردن
پر پورا قبضہ نہیں پایا ہے"۔ (غالباً یہ واقعہ اس وقت
کا ہے جبکہ فتح مکہ سے پہلے ابو سفیان۔ حدیبیہ کی
صلح کی تجدید RENEWAL OF TREATY OF HUDEBIAH
کی درخواست لے کر مدینہ آئے تھے) حضرت ابو بکرؓ
نے ابو سفیان کے تعلق سے حضرت سلمان فارسیؓ
اور حضرت بلالؓ کے الفاظ کو سن لیا اور فرمایا سردار
قریش کے بارے میں یہ توہین آمیز الفاظ؟ یہ جملہ کہہ کر
حضرت ابو بکرؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے
اور واقعہ بیان فرمایا۔ رسول اللہؐ نے چونک کر
فرمایا۔ "کہیں تم نے ان دونوں کو ناراض تو نہیں کیا؟
اور اگر ناراض کیا ہے تو تم نے اللہ کو ناراض کیا
ہے۔"

(حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اس ارشاد کو سن کر لرز گئے) اور فوراً حضرت بلالؓ
اور حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس گئے اور معذرت
کرتے ہوئے فرمایا۔ بھائیو! کیا آپ لوگ مجھ سے ناراض
تو نہیں ہوئے۔ ان دونوں اصحاب نے حضرت ابو بکرؓ
سے فرمایا "جی نہیں۔ اللہ آپ کو معاف فرما دے"۔[1]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ حضرت سلمان
فارسیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ کے بارے میں یہ جملہ
فرمانا کہ ان کو ناراض کرنا اللہ کو ناراض کرنا ہے ان
دونوں بزرگوں کی عظمت اور فضیلت کو ظاہر کرنے
کے لئے بہت کافی ہے۔ غور طلب بات یہ بھی ہے کہ
اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
اس قدر بلند مرتبہ رکھنے کے باوجود حضرت بلالؓ
بے حد منکسر المزاج تھے۔ ابن سعدؒ نے ابن مراحمؒ
سے روایت کی ہے کہ لوگ حضرت بلالؓ کے پاس
آتے اور اُن کی فضیلت اور اللہ نے انھیں خیر میں جو
جو حصہ دیا تھا اسے بیان کرتے تو وہ فرماتے "میں تو

---

[1] شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبیؐ (بحوالہ مسلم۔ فضائل سلمان وصہیب) اعظم گڈھ۔
۱۹۳۱ء جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۲۱۔

ایک حبشی ہوں جو کل تک غلام تھا[۱]۔ جس شخص
کو امیر المومنین عمر فاروقؓ سیدنا کہتے تھے وہ اس
قدر انکساری کے ساتھ بات کرتے تھے۔ اور یہ خاص
اخلاق اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق
تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِنِظَامِ الدِّیْنِ
الْمَغْرِبِیْ بِطُفَیْلِھِمْ ۝ (آمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے تمام انتظام
(چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیویوں
کے مکانات کا انتظام ہو یا "صدر مملکت مدینہ"
(حضورؐ) کے سرکاری مہمانوں کی ضیافت اور مہمان داری)
سب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ذمہ تھے۔ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ بھی روپیہ
یا سکہ موجود نہ ہوتا تو حضرت بلالؓ بازار سے قرض
سودا سلف لاتے اور جب کہیں سے کوئی رقم حضورؐ کے
پاس آتی تو آپ اس میں سے کچھ حضرت بلالؓ کے

۱۔ ابن سعد۔ طبقات حصہ ۲ جزو ۵ صفحہ ۱۶۰ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

فرما دیتے اور حضرت بلالؓ قرض ادا کر دیتے اور بچی ہوئی
رقم سے آنے والے اخراجات کی تکمیل فرماتے۔ ایک
دفعہ حضرت بلالؓ بازار جا رہے تھے۔ ایک غیر مسلم نے
آپ کو راضی کیا کہ جب بھی قرض کی ضرورت ہو وہ
اس سے لیا کریں۔ حضرت بلالؓ نے رضامندی ظاہر
کی اور اس سے ادھار لینے لگے۔ ایک بار ادھار کا قرض
بہت چڑھ گیا۔ جب حضرت بلالؓ اذان دینے کھڑے
ہوئے تو وہ غیر مسلم دوکاندار چند اور تاجروں کے
ساتھ وہاں آیا اور سخت بدتہذیبی کے ساتھ "اے حبشی"
کہہ کر پکارا۔ آپؓ نے اس بدتہذیبی کے باوجود اس کے
جواب میں لبیک فرمایا۔ غیر مسلم دوکاندار نے کہا "کچھ
خبر ہے۔؟ رقم کی ادائیگی کا وعدہ پورا ہونے صرف
چار دن باقی رہ گئے ہیں۔ تم نے اس مدت میں
میرا قرض ادا نہ کیا تو بکریاں چروا کر چھوڑوں گا۔
اس واقعے کے بعد حضرت بلالؓ عشاء کی نماز سے
فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
آئے اور عرض کیا۔ اس وقت قرض کی ادائیگی کے لئے
کچھ بھی نہیں ہے۔ کل وہ مشرک آکر مجھے پھر برا بھلا
کہے گا اسی لئے اجازت ہو تو شہر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہمانوں کی زیادہ
تعداد قبول اسلام کے لئے آتی تھی۔ جن کی مہمانداری کے لئے
حضورؐ نے ابتدا ہی سے حضرت بلالؓ کو مامور فرما دیا تھا۔
چنانچہ جب کوئی تنگ دست مسلمان آپؐ کی خدمت
میں حاضر ہوتا تو آپ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے اس کی
ضرورتیں پوری کی جائیں اور حضرت بلالؓ قرض لے کر
اس کے کھانے۔ کپڑے یا اسباب سفر کا انتظام کرتے۔
جب آپؐ کے پاس کہیں سے مال آتا تو اس سے
قرض ادا کیا جاتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپؐ کو
ذاتی تحفہ پیش کرتا تو وہ اسی فنڈ میں محفوظ کر دیا جاتا۔
ایک بار مہاجرین کی ایک برہنہ پا اور برہنہ تن جماعت
آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ہر شخص کے بدن پر
صرف ایک چادر اور گلے میں ایک تلوار لٹکی ہوئی
تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کی حالت
دیکھی تو چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ فوراً حضرت بلالؓ کو اذان کا
حکم فرمایا نماز سے فارغ ہوتے پر ایک خطبہ دے کر تمام
صحابہؓ کو ان لوگوں کی مدد کرنے توجہ دلائی۔ اس کا یہ اثر
ہوا کہ ایک انصاریؓ گھر جا کر سونے کا اس قدر وزنی
توڑا اٹھا کر لائے جو ان سے بہ مشکل اٹھ سکتا تھا اور یہ

اور جب قرض کی ادائیگی کے لیے مال کا انتظام ہو جائے
تو واپس آجاؤں گا۔ (غالباً حضورؐ نے اس بات کا کوئی
اطمینان بخش جواب نہیں دیا تھا) اسی لئے رات ہی کو اپنا
ضروری سامان تھیلا۔ جوتے۔ ڈھال سب باندھ کر سر کے
نیچے لے کر سو گئے تاکہ بعد نماز فجر مدینہ منورہ سے کہیں
اور شہر چلے جائیں۔ جب صبح کے وقت حضرت بلالؓ اپنے
مقام سے روانہ ہو رہے تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور
اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔
حضرت بلالؓ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
پہنچے تو دیکھے کہ چار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے حضورؐ
کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت بلالؓ کو دیکھ کر فرمایا۔ بلال۔ مبارک ہو۔ یہ
اونٹ فدک کے حاکم نے بھیجے ہیں۔ حضرت بلالؓ نے
اس مال کو ساتھ لیا۔ بازار لے جا کر مال فروخت فرمایا اور
اس غیر مسلم دوکاندار کا سارا قرض ادا کر دیا اور حضورؐ کی
خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی کہ کل قرض ادا ہو چکا
ہے۔ (یہ واقعہ ۸ھ کا ہے جبکہ فدک فتح ہو چکا تھا[1])

---

[1] شبلی نعمانی سیرۃ النبیؐ (بحوالہ ابو داؤد۔ باب قبول ہدایا المشرکین) اعظم گڑھ ۱۴۱۳ھ

توڑا رسول اللہ صلعم کے آگے نذر کر دیا اس واقعے سے دیگر اصحاب میں بھی جوش پیدا ہوا اور تھوڑی دیر میں ان بے سروسامان مہاجرین کے آگے غلہ اور کپڑوں کا ڈھیر لگ گیا۔ دیکھئے اور غور کیجئے کہ عمل رسولِ کریمؐ کیا تھا اور آج قوم کن باتوں پر زور دے رہی ہے؟ صحیح سنت کیا ہے؟ اور ملاؤں نے اپنی دانست میں عمل صالح کن کاموں کو قرار دے رکھا ہے؟ سنت اور ترک سنت پکارنے والے غور کریں۔

علامہ شبلی نے بغیر کسی حوالے کے سیرۃ النبیؐ میں یہ بھی لکھا ہے کہ بی بی فاطمہؓ کی سیدنا علیؓ کے ساتھ شادی کی تقریب منائی جا رہی تھی تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ ہی کو حکم دیا تھا کہ بازار جا کر عطر و خوشبو کی چیزیں خرید لائیں اور یہ مبارک خدمت حضرت سیدنا بلالؓ کے حصہ میں آئی:۔

ایک روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ اسامہ بن زیدؓ بلال اور عثمان بن طلحہ کعبہ کے اندر گئے عنہ [10] کعبہ کا دروازہ بند کر لیا۔ جب آپ باہر آئے تو میں نے بلال سے پوچھا رسول اللہؐ نے کعبہ کے اندر کیا کیا؟ بلال نے جواب دیا آپ نے ایک ستون کو اپنی داہنی جانب اور تین ستون اپنے پیچھے کر کے اس وقت کعبہ میں چھ ستون تھے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی

حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی نے اپنے والد سے روایت کی ہے جب رسول کریمؐ کی وفات ہوئی (تو روح مبارک کے پرواز کرنے کے کچھ ہی دیر بعد) حضرت بلالؓ نے (ظہر کی) اذاں کہی اور جب اذاں میں اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو مسجد میں صحابہ اتنا روئے کہ ہچکیاں لگ گئیں [1]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی آخری آرام گاہ میں لٹا کر آرام گاہ (مزار) بند کر دی گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا "اذاں کہو" تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا" اگر آپ نے مجھے اس لئے آزاد کیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں تو اس کا راستہ یہی ہے کہ (میں آپ کے لئے بھی اذاں کی خدمت انجام دیتا رہوں) اور اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کیا ہے تو مجھے اور اسے (ایک ساتھ) رہنے دیجئے جس کے لیے آپ نے مجھے آزاد کیا ہے" خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا" میں نے تمہیں محض اللہ ہی کے لئے آزاد کیا ہے" تب حضرت بلالؓ نے عرض کیا" پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذاں نہیں کہوں گا" حضرت ابوبکر

---

[1] ابن سعد طبقات کبیر حصہ ۲ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ صفحہ ۱۵۴

صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "یہ تمہارے سپرد ہے (چاہے کہو یا نہ کہو)[1]۔" حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت بلالؓ۔ خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور عرض کیا۔ یا خلیفہ رسول اللہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ میری اُمت کے اعمال میں سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ لہذا میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے سرحد عرب (علاقہ شام) پر رہوں۔ یہاں تک کہ (سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوا) شہید ہو جاؤں" حضرت خلیفۂ رسول اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا بلال۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق و حرمت کا واسطہ دیتا ہوں کہ [illegible] ہی پاس رہو میں اب بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور [illegible] موت قریب ہے" چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خو[illegible] کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تک حضرت بلالؓ حضرت خلیفہ رسول اللہ کے ساتھ ر[illegible]۔

جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو حضرت بلالؓ امیر المومنین عمرؓ کے پاس

---

[1] ابن سعد۔ طبقات کبیر حصہ ۲ جزو ۵ دار الترجمہ عثمانیہ صفحہ (۱۵۸)

[2] ابن سعد۔ طبقات کبیر حصہ ۲ جزو ۵ دار الترجمہ عثمانیہ (صفحہ ۱۵۸)

آئے اور اُن سے بھی اپنا وہی ارادہ ظاہر کیا جو حضرت خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکرؓ کے آگے ظاہر کر چکے تھے۔ (یعنی اپنے آپ کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کر جانے کا) حضرت عمرؓ نے پوچھا "تمہیں اذان دینے سے کیا چیز مانع ہے؟" حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔ "امیر المومنین! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان دی یہاں تک کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی پھر میں نے خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لیے اذان دی۔ کیونکہ وہ میرے ولی نعمت تھے۔ یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہو گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ "میری اُمت کے اعمال میں کوئی عبادت جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر نہیں۔" لہذا اب میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں[1]۔ حضرت عمرؓ نے حضرت بلال سے پوچھا! "تمہاری رائے میں میں اذان کس کے سپرد کروں[2]۔" تو حضرت بلالؓ نے رائے دی سعد القرظ کے۔ جنہوں نے رسول اللہؐ کے لیے بھی اذان دی ہے" حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کو بلایا اور اذان ان کے

---

[1] ابن اثیر۔ اسد الغابہ۔ اُردو ترجمہ عبد الشکور لکھنو جلد ۲ مطبوعہ ۱۳۲۳ھ

[2] حضرت عمرؓ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں [illegible] عہد رسالت کی طرح برابر اذان دیتے رہے اور عید کے موقعہ پر امیر المومنین کے آگے آگے نیزہ لے کر چلتے بھی رہے۔

سپرد کردی اور ان کے بعد ان کی اولاد کے۔ چنانچہ حضرت بلال رضؓ بعزم جہاد شام چلے گئے جبکہ حضرت عمرؓ کے حکم سے فوجیں شام جا رہی تھیں آپ بھی روانہ ہوئے یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت بلالؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں اعلیٰ ترین مرتبہ کے صحابہ میں سے تھے۔ شام کے جہادوں میں بہت ہی معمولی سپاہی کی حیثیت میں خدمت انجام دیتے تھے اور کبھی کوئی اعلیٰ عہدہ قبول نہیں فرمایا۔ البتہ شام میں آپ نے کچھ اور نکاح کیے اور اپنی تنخواہ پر گزر بسر کرتے تھے جبکہ آپ کو دو چار بیویاں ضرور تھیں۔ چونکہ حضرت بلالؓ اصحاب بدر سے تھے اسی لئے امیر المومنین حضرت حضرت عمرؓ آپ کو دیگر اصحاب بدر کی طرح پانچ ہزار درہم سالانہ تنخواہ ضرور روانہ کرتے تھے۔

۱۶ھ / ۶۳۷ء میں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ بیت المقدس (جیروشلم) کا قبضہ حاصل کرنے کے لئے بیت المقدس کے عیسائی حاکموں کی درخواست پر مدینہ منورہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے۔ امیر المومنین کی بیت المقدس میں آمد کی اطلاع پا کر۔ شام۔ اردن۔ لبنان اور اسرائیل میں مقیم تمام عہدہ دارانِ حکومت اور فوجوں کے کمانڈر بیت المقدس

آئے اور امیر المومنین کا استقبال کیا اور ملاقات کی۔ ایک روز حضرت بلالؓ نے آ کر امیر المومنین سے شکایت کی مسلمان عہدہ داران اور کمانڈرس (عہد رسالت کی سادگی) اور سادہ زندگی ترک کر چکے ہیں۔ پرندوں کا گوشت اور میدہ کی روٹیاں کھاتے ہیں۔ جبکہ عام مسلمانوں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عہدہ داروں کی طرف گھور کر دیکھا تاکہ وہ جواب دیں۔ انہوں نے عرض کیا "امیر المومنین! اس ملک میں کھانے پینے کی چیزیں بے حد سستی ہیں۔ جس قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتا ہے۔ یہاں اسی قیمت میں پرندوں کا گوشت اور میدہ ملتا ہے"۔ حضرت عمرؓ عہدہ داروں کے اس جواب پر ان کو مجبور نہ کر سکے۔ لیکن آپ نے احکامات جاری فرمائے کہ ہر سپاہی کو تنخواہ اور مال غنیمت کے ساتھ گورنمنٹ کی طرف سے غذا بھی فراہم کی جائے۔

بیت المقدس کے قیام کے دوران ایک روز امیر المومنینؓ نے نماز کے وقت حضرت بلالؓ سے خواہش فرمائی کہ وہ اذان دیں۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ "امیر المومنین! میں عزم کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں۔ چونکہ آپ ہمارے

امیر ہیں اسی لیئے آج ایک بار آپ کا حکم بجالاؤں گا۔ جب
حضرت بلالؓ نے اذاں شروع کی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا دور یاد آگیا اور حضورؐ کو یاد کرکے
اور سرکارؐ کے زمانے کو یاد کرکے تمام صحابہ رونے لگے۔ حضرت
ابو عبیدہ بن جراحؓ (گورنر جنرل) اور حضرت معاذ بن
جبل رضی اللہ عنہ روتے روتے بے تاب ہو گئے۔ خود
امیر المومنین عمر فاروقؓ کو روتے روتے ہچکیاں لگ گئیں
اور بہت دیر تک امیر المومنین پر اس کا اثر رہا۔ (یہ حب
رسول۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حب رسولؐ
تھا۔ یہ موجودہ اتر پردیش کے مخصوص واعظین کا زبانی
حب رسول نہ تھا جو حیدرآباد آکر لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت
عمرؓ جب فتح بیت المقدس کے بعد مقام جابیہ گئے
تو حضرت بلالؓ نے ان سے درخواست کی کہ انھیں
شام میں مقیم ہو جانے دیں۔ چنانچہ امیر المومنین عمرؓ نے
اس درخواست کو منظور کر لیا۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا
(میرے مواخواتی) بھائی ابو رویحہؓ کو بھی اجازت دیجئے
جن کے اور میرے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ الفاروق حصہ ۱ از شبلی نعمانی مطبوعہ اعظم گڈھ ۱۹۵۶ صفحہ ۱۰۵

بھائی چارہ کروایا تھا۔ امیر المومنین عمرؓ نے فرمایا۔ اچھا میں نے
تمہارے بھائی کو بھی اجازت دی۔ چنانچہ دونوں
خولان کے ایک محلے میں فروکش ہو گئے اہل خولان سے
حضرت بلالؓ نے فرمایا۔ ہم تمہارے پاس نکاح کی
درخواست کرنے آئے ہیں۔ ہم پہلے کافر تھے۔ اب اللہ نے
ہمیں آزاد کر دیا۔ ہم پہلے مفلس اور فقیر تھے۔ اب اللہ نے
ہمیں مالدار کر دیا۔ پس اگر تم اپنی لڑکیوں کا نکاح ہمارے
ساتھ کر دو تو الحمد للہ اگر ہماری درخواست تم نے نامنظور کی
تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ ان لوگوں نے ان لوگوں کے ساتھ
(اپنی لڑکیوں کا) نکاح کر دیا۔ یعنی حضرت بلالؓ اور حضرت
رویحہؓ کے ساتھ۔
امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔
ابوبکر ہمارے سردار تھے اور انہوں نے ہمارے سردار
بلال کو آزادی دلائی تھی۔ خولان کے قیام کے دوران
حضرت بلالؓ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں۔ یا بلالؓ۔ کیا ابھی وقت نہیں
آیا ہے کہ تم ہماری زیارت کے لیئے آؤ۔ صبح کو
حضرت بلالؓ سخت رنج کی حالت میں بیدار ہوئے
اور فوری سامان سفر تیار کرکے اسی دن شام سے

۱۔ ابن اثیرؒ۔ اسد الغابہ اردو ترجمہ عبدالشکور لکھنو جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ (۱۱)
۲۔ " " " " " " (۱۲)

مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار
مبارک پر حاضر ہوئے اور مزار اطہر پر منہ رکھ کر رونے لگے *۱
(جب زیارت سے فارغ ہوئے) تو حضرت امام حسنؓ
اور حضرت امام حسینؓ نواسگان رسول کریمؐ سے
ملاقات ہوئی۔ (اس وقت صاحبزادگان محترم بمشکل
چودہ پندرہ سال عمر کے ہو چکے تھے) حضرت بلالؓ نے
دونوں صاحبزادگان نے حضرت بلالؓ سے خواہش
کی کہ کل فجر کی اذان تم ضرور دینا (یہ زمانہ بھی
امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا
تھا) (کم سن صاحبزادگان بی بی فاطمہؓ کی خواہش کو
حضرت سیدنا بلالؓ قبول کئے بغیر نہ رہ سکے)
چنانچہ حضرت بلالؓ مسجد کی چھت پر چڑھے جب
آپ نے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کہا تو سارا مدینہ ہل گیا۔
پھر جب اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ کہا تو اور جنبش ہوئی
اور جب اشہد ان محمداً رسول اللہ فرمایا تو عورتیں بے تاب

---

*۱۔ مزار اطہر اس وقت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے حجرۂ مبارک
کے ایک حصہ میں تھی اور اب بھی ہے راوی حدیث کو چاہیے تھا کہ
حضرت بلالؓ کی ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت کی
اجازت حاصل کرنے کا حال بھی بیان کرتے۔

ہو کر اپنے مکانات اور پردوں سے باہر آگئیں۔ (مدینہ
منورہ میں یہ آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور
میں گونجتی تھی اور عہد رسالت کی اس آواز نے اہل مدینہ
کو اس قدر بے تاب اور بے قرار کیا کہ مدینہ میں) اس
دن سے زیادہ رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں (وفات
رسول کریمؐ کے بعد) پھر کبھی نہیں دیکھی گئی۔

(اوپر بیان کیا ہوا سارا واقعہ ابن اثیر نے حالات
بلالؓ میں درج کیا ہے جو ساتویں صدی کا مورخ ہے اس کے
برخلاف ابن سعد نے جو دوسری صدی کے مورخ تھے حالات
بلالؓ میں اس واقعے کو سرے سے نظر انداز کر دیا ہے اسی لئے
مولف کتاب ہذا کی نظر میں واقعہ مشتبہ ہے اور مزید تحقیق
طلب ہے! مزار اطہر پہ آنے سے قبل ام المومنین عائشہؓ
سے اجازت حاصل نہ کرنا جبکہ مزار بی بی کے حجرے کے اندر تھی
اذان سے قبل امیر المومنین عمر فاروقؓ سے اجازت کا حاصل
نہ کیا جانا۔ اس واقعے کو مشکوک بناتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباس
بن عبد المطلب۔ حضرت ابوسفیان بن حرب حضرت بلالؓ
اور حضرت سلمان فارسیؓ حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ
کے پاس تشریف لے گئے (اور ملاقات کے لئے حاضر ہونے
اجازت طلب کی حضرت عمر امیر المومنینؓ نے سب سے

پہلے حضرت بلال رضؓ کو اجازت دی ابوسفیان بن حرب نے حضرت عباس رضؓ سے فرمایا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ عمر ہمارے غلاموں کو ہم پر بڑھاتے ہیں۔ حضرت عباس رضؓ نے فرمایا ہم لوگ ہجرت میں بھی تو پیچھے رہ گئے تھے۔ اسی لئے ہماری یہی جزا ہونا چاہیے[1] حضرت بلال رضؓ کی وفات کے بارے میں۔ ابن سعد لکھتے ہیں۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ بلال رضؓ کی وفات سنہ ۲۰ھ میں جب وہ ساٹھ سال سے زاید کے تھے دمشق میں ہوئی باب الصغیر کے پاس کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ میں نے شعیب بن طلحہ کو جو اولاد ابوبکر رضؓ صدیق میں سے تھے کہتے سنا کہ بلال رضؓ ابوبکر رضؓ کے ہم عمر تھے۔

محمد بن عمر نے کہا کہ اگر یہ اسی طرح ہوتا تو ابوبکر رضؓ کی تو سنہ ۱۳ھ میں بہ عمر ترسٹھ سال وفات ہوئی اور جو ہم سے بلال رضؓ کے متعلق روایت کی گئی اس کے درمیان سات سال کا زمانہ ہوتا ہے (اس حساب سے بلال رضؓ کی عمر ستر سال کی ہوتی ہے) شعیب بن طلحہ بلال رضؓ کے وقت ولادت کو

[1] ترجمان السنۃ جلد نمبر ۱ بدر عالم میرٹھی۔ ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۰ء صفحہ ۳۵۶

زیادہ جانتے ہیں جب تو وہ کہتے ہیں کہ وہ ابوبکر رضؓ ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ واللہ اعلم۔

مکحول سے مروی ہے کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جس نے بلال رضؓ کو دیکھا تھا کہ وہ تیز رنگ کے سانولے دبلے اور لانبے تھے سینہ آگے کو ابھرا ہوا تھا بال بہت تھے رخساروں پر گوشت بہت کم تھا اور بکثرت ان کے بال کھچڑی تھے ان پر تغیر نہ ہوتا (یعنی جوان معلوم ہوتے تھے)[1]

محمد بن عمر نے کہا کہ بلال رضؓ بدر و احد و خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ حضرت بلال رضؓ کے ایک بھائی اور ایک بہن تھے جن کے نام خالد اور عقرہ تھے[2]

دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ ابن اثیر نے اس واقعے کی روایت راوی کا نام بھی واضح طور پر بیان نہیں کیا بلکہ اپنے طور پر بیان کر دیا ہے کہ خولان کے قیام کے دوران حضرت بلال رضؓ نے خواب دیکھا۔ جس سے تاریخ داں یہ شبہہ کرنے پر مجبور ہے کہ یہ واقعہ ابن اثیر کا سنا سنائی اور غیر یقینی ہے۔ تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ شخصیتیں جب بے حد مقبول ہو جاتی ہیں تو معتقدین ان کے بارے میں فرضی قصے گھڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ایک اور بیان کیا ہے

[1] ابن سعد۔ طبقات کبیر حصہ نمبر ۲ جزو نمبر ۵، جامعہ عثمانیہ صفحہ (۱۶۰)
[2] " " " " " " (۱۶۱)

"جب حضرت بلالؓ کو اسلام دشمن طرح طرح سے تکلیفیں دیتے تھے۔ حضرت ورقہ بن نوفل کا اس طرف سے گزر ہوا۔ تو انہوں نے کہا اے بلال۔ احد۔ احد کہتے جاؤ۔ خدا کی قسم اس حالت میں مر جاؤ گے تم ہم تمہاری قبر کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلۂ رحمت بنائیں گے۔[1] یہ واقعہ ناقابل بھروسہ ہے۔

ورقہ بن نوفل۔ بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کی تھی مگر وہ اتنا جلد انتقال کر گئے کہ چار آدمیوں کو بھی مسلمان ہوتا نہ دیکھ سکے اسی لئے ورقہ بن نوفل کا حضرت بلالؓ کو اس طرح مخاطب کرنا قطعی قرین قیاس نہیں۔ یہ واقعہ بھی ایک خاص ذہن رکھنے والے گروہ کی طرف سے گھڑا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

مورخ ابن خلدون نے حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں شام کی سپہ سالاری سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "جزیرہ (دریائے دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ) فتح کرنے کے بعد خالد بن ولید نے اپنی تعریف میں

---

[1] ابن اثیر، اسد الغابہ اردو ترجمہ عبد الشکور جلد نمبر ۲ لکھنؤ ۱۳۲۳، صفحہ نمبر ۹

ایک قصیدہ لکھنے پر اشعث بن قیس نامی ایک شاعر کو دس ہزار درہم انعام دیئے۔ حضرت عمرؓ کے خفیہ خبر رسانوں نے یہ اطلاع امیر المومنینؓ کو پہنچا دی۔

امیر المومنین نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ گورنر کو لکھا کہ خالد سے جواب طلب کیا جائے اور انہیں معزول کر دیا جائے کہ اگر انہوں نے بیت المال سے یہ رقم دی ہے تو خیانت کی اور اگر اپنی جیب سے دی ہے تو اصراف کیا۔ دونوں صورتوں میں یہ قابل معزولی ہیں۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ بن جراح نے جلسہ عام بلایا اور امیر المومنین کے قاصد کے آگے حضرت خالدؓ کو پیش کیا۔ قاصد نے سوالات کئے تو حضرت خالدؓ نے جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ حضرت بلالؓ نے امیر المومنین کے حکم کی تعمیل میں پھر سوالات کئے پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی آمدنی سے دیئے ہیں۔ امیر المومنین کے قاصد نے خالدؓ کو رسی سے باندھ رکھا تھا اور ٹوپی اور عمامہ اتار لیا تھا۔ اب اس جواب کو سن کر حضرت خالدؓ کے بندھن کھول دیئے ٹوپی اور عمامہ واپس کر دیا ــ اور حضرت خالدؓ امیر المومنین کی طرف سے مدینہ بلوالئے گئے۔[1]

اسراف

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ نمبر ۱ ترجمہ حکیم احمد حسین الہ آبادی نفیس اکیڈمی کراچی سنہ ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۵۲، ۳۵۳

اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر المومنین عمرؓ نے خالد بن ولیدؓ پر جرح کرنے اور واقعات کا پتہ چلانے کی خاص خدمت حضرت بلالؓ کے سپرد فرمائی تھی۔ حضرت بلالؓ اس وقت خود خالد بن ولیدؓ کے لشکر میں ایک معمولی سپاہی تھے لیکن امیر المومنین عمرؓ کی نظر میں وہ سپہ سالار اعظم سے بہت زیادہ بلند مرتبہ تھے۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذاں دیں۔ اس وقت مسلمانوں اور شکست خوردہ اسلام دشمنوں کی کثیر گروہ وہاں موجود اس منظر کو دیکھ رہا تھا کہ اللہ کے گھر کی چھت پر قدم رکھے حضرت بلالؓ اللہ کی کبریائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان فرما رہے ہیں۔ کعبہ پر چڑھ کر سب سے پہلے اذاں دینے کا امتیاز و اعزاز بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ کو حاصل ہوا۔ اس منظر کو دیکھ کر اسلام کے دشمن بلبلا اٹھے۔ صفوان بن اُمیہ (جس کا باپ اُمیہ بن خلف حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ کو انگاروں پر لٹاتا تھا) اس منظر کو دیکھ کر بے تاب ہو گیا اور کہنے لگا۔ اچھا ہوا میرا باپ جلد مر گیا اور اس منظر کو دیکھنے نہ پایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ غزوہ خندق کے دوران ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے حملوں کے جواب میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ آپ کی چار نمازیں فوت ہو گئیں۔ بالآخر جب اتنی رات گزر گئی جتنی اللہ پاک نے چاہی (اور جنگ سے فرصت ملی تو) آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذاں کا حکم دیا۔ حضرت بلالؓ نے اذاں دی (کچھ دیر بعد) پھر اقامت کہی (اس وقت) رسولؐ نے (سب سے پہلے) ظہر کی (قضا) نماز پڑھی۔ پھر (حضرت بلالؓ) نے اقامت کہی اور رسولؐ نے عصر کی (قضا) نماز پڑھی۔ پھر اقامت کے بعد آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھی اور جب عشاء کی اقامت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی (گویا جس ترتیب سے نمازیں چھوٹ گئی تھیں اسی ترتیب سے ایک اذاں اور چار اقامتوں کے ساتھ چار نمازیں با جماعت ادا کی گئیں۔)[1]

---

[1] ترمذی شریف۔ جلد نمبر ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ آستانہ دہلی، ابواب نماز صفحہ ۱۸

اخوت اسلامی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور کچھ صحابہ کرام کا مجمع آپ کے اطراف جمع تھا۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ:

''ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب کہ مسلمان دوسرے مسلمان سے دشمنی، عداوت اور حسد کرے گا۔ بھائی بھائی کا دشمن ہوگا۔''

تمام صحابہ کرام تعجب میں پڑ گئے۔ شک وشبہ میں پڑ گئے۔ یقین کرنے تیار نہ تھے۔ حالات اور سبب یہ تھا کہ مہاجرین مکہ سے جب مدینہ کی ہجرت کر کے آئے تو اللہ کے رسول نے ان کو آپس میں دینی بھائی بھائی بنا دیئے تھے۔ سلوک محبت ایثار دینی جذبہ سے آپس میں بھائی بھائی بنا دیئے گئے مدینہ والوں کو انصار پکارنے لگے یعنی قربانی دینے والے۔ ایثار کرنے والے۔ سلوک کرنے والے۔ مدد کرنے والے۔ حالات اور فضا ایسی بن گئی تھی مدینہ والے اپنے مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے کو مہاجر جو اللہ کے واسطے اپنی زمین۔ باغ۔ مکان۔ جانور۔ دنیاوی ہر ہر چیز چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ کو آ گئے تھے۔ ان مہاجروں کو اپنا دینی بھائی بنا لیے تھے۔ اپنے کاروبار میں ساتھی۔ اپنے کھجوروں کے باغوں میں ساتھی۔ زمین میں حصہ دار۔ مکان میں حصہ دار اور اس دینی جذبہ میں خوش تھے۔

ایسے حالات اور ماحول میں اللہ کے رسول کا فرمانا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ مسلمان، مسلمان کا دشمن ہوگا۔ عداوت اور حسد کرے گا۔ تمام صحابہ حیرت اور شک وشبہ میں پڑ گئے کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کیا ایسا بھی ہوگا۔

ایسے وقت ایک صحابی کھڑے ہو کر اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کئے کہ اے اللہ کے رسولؐ! اگر ایسا وقت آ جائے تو پھر ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ اس وقت تمہارے ذمے جو حق ہے وہ ادا کر دو للہ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اُس میں تمکو بھی حق ملنا ہے۔ تم اپنا حق ادا کر دو۔ اور تمہارا وصول طلب حق جو تمکو نہ ملے وہ اللہ پر چھوڑ دو اسی میں تمہاری نجات ہے۔

مفسروں نے بتایا کہ حق کی تعریف (معنی یہ ہیں کہ) تم اپنا حق ادا کر دو اور وصول طلب حق اللہ پر چھوڑ دو اسی میں تمہاری نجات ہے۔ مفسرین نے بتایا کہ آپ کے ذمہ سلام کا حق ہے دنیاوی زندگی میں لینے دینے کا حق ہے بحیثیت انسان اور مسلمان جو کچھ بھی ہے وہ ادا کر دو اور دوسرے سے جو کچھ ملنا ہے وہ نہ ملے تو اللہ کے سپرد کر دو۔ اسی میں تمہاری نجات ہے۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا (یعنی تم جو کچھ اپنی زندگی میں اللہ پاک کے راستہ میں خیر وخیرات کرو گے وہی باقی رہے گا اور جو کچھ تم رکھ چھوڑو گے وہ ختم ہو جائے گا) (القرآن)

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سو گئے جب بیدار ہوئے تو آپ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات ثبت تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ارشاد فرمائیں تو ہم آپ کے لئے ایک نرم بچھونا فراہم کر دیں۔ آپ نے فرمایا ''مجھے دنیا سے کیا غرض، میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسافر راہ چلتے کسی سایہ دار درخت کے نیچے ستانے کے لئے بیٹھ جائے اور پھر اسے چھوڑ دے''۔

اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت
کی کتاب تحفۃً (بلاہدیہ) پیش ہے۔

اے اللہ اس کا اجر

میرے مرحوم والد **محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب**

اور میری مرحومہ والدہ **سراج النساء بیگم صاحبہ** کو عطا فرما۔

کہاں آپ کو ڈھونڈھوں کہاں آپ کو پاؤں — جو مجھے آپ بے اختیار یاد آئیں
مجھے کیوں غمِ مستقل سے نوازے — جنھیں آپ نے دی تھیں ہزاروں دعائیں

زبیدہ بیگم (ایم ایل سی) زوجہ محمود علی بیگ صاحب ناظم تعلیمات

بیگم پیٹھ حیدرآباد، انڈیا

Syed Gulam Mohammed Nizamuddin Magribi

Professor Muslim University Aligarh.

Born : 1934 Expired : 1988

Printed on 26th Ramzan 1424
21st November 2003

A Complimentary copy can be had from

Dr. MIRZA SADAT ALI BAIG M.D.
Mrs. Shaheen Baig
621, Aspen Ridge Chester Field,
M. O. 63017 United States of America.
Phone: 1314-878-7862

SHAHEEN ALI KHAN
Mrs. Naaz Shaheen Ali Khan
1203, Harwich Drive, Carol Stream,
Illinois 60188 United States of America.
Phone: 1630-830-2396

Mr. HABEEB SIDDIQ BILFOQUE
Phone: 1630-4629411

Dr. YOUSUFUDDIN SYED
New York 11722.

Mr. OMER MAGRABI
S/o. Prof. Nizamuddin Magrabi
House Phone: 1630-4833542.
Office Syed Magribi 1630-2790700

Mrs. ZUBEIDA BEGUM
W/o. Late Mirza Mahmood Ali Baig
6-3-865/1 Green Land Lane Begumpet,
Hyderabad - 500 016 (A. P.) India.
Phone: 3403418